اجراء حسبِ ارشاد: شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی قدس سرہ

مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مدیر ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

جلد ۲۳ | شعبان ۱۴۴۳ھ | مارچ ۲۰۲۲ء | شمارہ ۳

نقد اللبیب فی عقد الحبیب

ابطال رسوم (قسط دوم)

از افادات

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۴۰ روپے زر سالانہ =/۴۰۰ روپے

ناشر: (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس

۲۰/۱۳ ریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور

مقام اشاعت

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ) لاہور پاکستان

ماہنامہ الامداد لاہور

35422213

35433049

پتہ دفتر

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ)

۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

وعظ

نقد اللبیب فی عقد الحبیب

(ابطال رسوم) قسط دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے یہ وعظ ۷ جمادی الاوّل ۱۳۴۱ھ بمطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۲۲ء کو اب سے سو سال قبل حبیب الرحمن صاحب کے نکاح کے موقع پر ارشاد فرمایا کوٹہ پولیس لائن میں دو گھنٹہ ۱۵ منٹ کھڑے ہو کر بیان کیا جس میں ڈیڑھ سو کے قریب افراد شریک تھے مرزا منور بیگ شارٹ نویس کوٹہ پولیس مع خواجہ صاحب وحکیم صاحب نے ضبط کیا نکاح کی تقریب کی مناسبت سے اس موقع پر کی جانے والی رسوم کا ابطال کیا اور بتایا کہ شریعت میں ہر چیز کا قانون وضابطہ ہے اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے خواہ موقع خوشی کا ہو یا غم کا یا اور کوئی جدید شبہات کے جوابات بھی دیئے گئے۔

اللہ تعالیٰ قارئین کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

۲۹ / جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ

۱۴ دسمبر ۲۰۲۱ء

نقد اللبیب فی عقد الحبیب

(ابطال رسوم) قسط دوم

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱..........	نماز کی امامت میں غیر معروف قراءت نہ پڑھے.....	۷
۲..........	رسوم سے بچنے کا اہتمام..............................	۸
۳..........	محبت کا مقتضاء..............................	۹
۴..........	اعتراض کا جواب..............................	۱۰
۵..........	نکاح میں سہولت..............................	۱۰
۶..........	حضرت علیؓ کا نکاح..............................	۱۱
۷..........	بابرکت نکاح..............................	۱۲
۸..........	مہر میں کمی بیشی..............................	۱۲
۹..........	عجیب وغریب مہر..............................	۱۳
۱۰..........	ازواج مطہرات میں بعض کا مہر..............................	۱۳
۱۱..........	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع..............................	۱۴
۱۲..........	حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقوق..............................	۱۵
۱۳..........	ہماری محبت کا حال..............................	۱۶
۱۴..........	ایک شاعر کا حال..............................	۱۷
۱۵..........	حقیقی محبت..............................	۱۸

۱۶.......... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت.. ۱۸
۱۷.......... رسوم کی برائی... ۲۰
۱۸.......... جنات کے جنت میں جانے کی بحث.. ۲۰
۱۹.......... جنات احکام کے مکلف ہیں.. ۲۲
۲۰.......... مظہر صفات خداوندی... ۲۳
۲۱.......... مظہر کمال عشق.. ۲۳
۲۲.......... انسان پابند احکام ہے.. ۲۵
۲۳.......... بعض تحریرات ارکان تقریب جسمیں یہ وعظ ہوا....... ۲۸
۲۴.......... تصدیق جناب سید اعجاز علی صاحب بی اے ایم بی ای ایم آر اے ایس ڈپٹی کلکٹر بدایوں والد نوشہ کاظم علی سلمہ تحریر بالارا........................ ۳۱
۲۵.......... تصدیق جناب سید صاحب علی صاحب انسپکٹر آبکاری سندیلہ ضلع ہردوئی تحریررا......................... ۳۳
۲۶.......... تصدیق جناب سید مبارک حسین انسپکٹر آبکاری حلقہ اول ایٹہ تحریر بالارا۔ ۲۵ جولائی ۱۹۲۳ء.............. ۳۴
۲۷.......... مختصر کیفیت وعظ ہذا وقوعاً وغرضاً واثراً............................... ۳۶
۲۸.......... وعظ کا خلاصہ.. ۳۹
۲۹.......... اخبار الجامعۃ.. ۴۱

نوٹ: گزشتہ وعظ کا آخری عنوان (عملی خرابی کا مشاہدہ) تھا

نماز کی امامت میں غیر معروف قراءت نہ پڑھے

جیسے بعض لوگوں کو خوامخواہ شوق ہوتا ہے نئی بات کرنے کا چنانچہ ایک قاری صاحب نے نماز پڑھائی قرأت کے جوش میں آکر آپ نے قل ھو اللّٰہ احد پڑھنے میں احد پر وقف نہیں کیا بلکہ اس کو اللّٰہ الصمد سے ملا کر پڑھا تو چونکہ احد پر تنوین ہے اس لیے عربیت کے قاعدہ سے اس صورت میں اللّٰہ الصمد کا ہمزہ حذف ہوجاویگا اور احد کی تنوین کا نوں مکسور ہوکر لام سے مل جاویگا اور اس طرح پڑھا جاویگا اَحَدُنِ اللّٰہ الصمد تو گویہ انہوں نے صحیح پڑھا تھا مگر عوام تو نہیں سمجھتے یہاں تک بحث بڑھی کہ حضرت اس پر فوجداری ہوگئی کہ یہ اس قاری نے نیا قرآن شریف کہاں سے نکالا۔ اب بعضے جاہلوں نے کیا کیا۔

انچہ مردم میکند بوزینہ ہم

ان قاری صاحب کی نقل اتاری۔ جاہل کی نقل ہی کیا؟ انہوں نے یہ کہا کہ احد پر وقف بھی کیا اور نون مکسور بھی پڑھا یعنی نِ اللّٰہ الصمد پڑھا جو بالکل غلط ہے۔ خدا بچاوے جہل بھی کیا بُری چیز ہے۔ اب فرمایئے اس موقعہ پر کیا کیا جائیگا یہی کیا جائیگا کہ جہاں جہل ہو اس قاری کو حکم دیا جائیگا شرعی قاعدہ سے کہ ایسا نہ کرے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ عوام اس سے گڑبڑ میں پڑتے ہیں۔ غرض ایسی بات کرنا جس میں عوام میں گڑبڑ پڑ جائے درست نہیں۔ تو قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جس مباح سے اور جس مستحب سے عوام کسی دین کی خرابی میں پڑ جائیں وہ فعل خواص کے لیے بھی جائز نہیں رہتا حالانکہ وہ خود اس خرابی سے بچے ہوئے ہیں۔ ایسے موقعہ پر خواص کو لازم ہے کہ وہ خود بھی ایسے فعل مباح کو بلکہ ایسے فعل مستحب کو بھی چھوڑ دیں۔ جس سے عوام کی خرابی کا اندیشہ ہو۔ اور حقیقت میں یہ قاعدہ وہ پہلا ہی

قاعدہ ہے مصلحت ومفسدہ جب جمع ہوتے ہیں مفسدہ کو ترجیح ہوتی ہے۔ کیونکہ دوسرے شخص کا خرابی میں پڑ جانا یہ بھی تو مفسدہ ہے اگر لازم نہیں تو متعدی سہی اسی واسطے میں نے پہلے کلیہ سے بچنے کے مقام پر یہ کہا ہے کہ ایک درجہ میں جب یہ قاعدہ سمجھ میں آ گیا تو۔

رسوم سے بچنے کا اہتمام

اب سمجھئے کہ آپ کو وسعت ہے پانچ ہزار خرچ کرنے کی اور آپ کو خدا نے علم بھی دیا ہے جس کی وجہ سے آپ کو نفس پر قدرت ہے اور آپ نے اپنے نفس کو ریا سے فخر سے کبر سے سب سے بچالیا۔ تقریب میں کوئی بے انتظامی بھی نہیں ہوئی کوئی نماز بھی قضا نہیں ہوئی بلکہ کوئی جماعت بھی فوت نہیں ہوئی حالانکہ ایسے موقعوں پر نمازیں تک قضا ہوجاتی ہیں جماعت کا تو کیسا ذکر اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی حج کو بھی جاوے اور وہ حج ہو نفل، اور اس میں ایک بھی فرض نماز کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہو تو حج کے جانے کی بھی اجازت نہیں۔ پھر اب دیکھ لیجئے ان تقریبات کی کیا حالت ہے؟ حالت یہ ہے کہ نہ عشاء کی نماز ہے نہ صبح کی نماز ہے۔ جماعت تو کوئی چیز ہی نہیں۔ مگر فرض کر لیجیے کہ آپ کے یہاں ایسا بھی نہیں ہوا گو یہ فرض کر لینا ہے بہت بعید اور ہے شاذ و نادر[1] ایسا کہ نمازوں ے فوت ہونے کی نوبت نہ آتی ہو۔ خیر اگر یہ نہیں تو گپڑ سپڑ تو ضرور ہے کہ نمازیں ٹھیک وقت پر ادا نہیں ہوتیں تاہم اگر کوئی کہے کہ ہم اس کا بھی خاص اہتمام رکھیں گے کہ نہ نماز فوت ہونے دیں گے نہ جماعت، نہ تاخیر ہونے دیں گے تو بہت اچھا، ہم تکذیب نہیں کرتے آپ کی، ہم نے مانا کہ آپ نے اپنے آپ کو ہر طرح کی برائی سے بچالیا، مگر حضور یہ بھی تو دیکھئے کہ نتیجہ کیا ہوا آپ کے فعل کا آپ کو دیکھ کر آپ کے وہ بھائی اور برادری کے لوگ جو آپ سے وسعت میں اور علم میں کم ہیں مگر برابری کے دعویٰ میں بڑھے ہوئے ہیں وہ بھی تقریب کو اسی طرح کریں گے کہ ہم کیوں گھٹے ہوئے رہیں۔ آپ نے تو

(۱) نادر و نایاب۔

گھر میں سے دو ہزار روپے نکال کر خرچ کر ڈالے ان کے گھر میں روپیہ کہاں انہوں نے جائداد گروی کر کے صرف کیا۔ اب جائداد گروی ہوئی اس کی آمدنی گروی رکھنے والا کھا رہا ہے اور وہ سود ہے وہ سود لینے والا ہے تم سود دینے والے ہو۔ اور حدیث میں دونوں پر لعنت آئی ہے لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أکل الربوا وموکلہ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے کھانے والے اور کھلانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ بلا ضرورت لعنت خریدی، یہ کاہے کی بدولت ہوا آپ کے فعل کی بدولت، نہ آپ ایسا کرتے نہ وہ اس بلا میں پڑتے۔

محبت کا مقتضاء

ایک صاحب کہنے لگے کہ رؤسا کو کیوں منع کیا جاتا ہے ان کے پاس روپیہ وافر ہے ان پر کیا بار ہوتا ہے ان تقریبات میں خرچ کرنے سے ہاں انہیں منع کرنا چاہئے جو غریب ہیں میں نے کہا سبحان اللّٰہ معلوم ہوتا ہے آپ کے دل میں ذرا بھی ہمدردی نہیں میں پوچھتا ہوں اگر خدانخواستہ آپ کا بیٹا بیمار ہو اور حلوا کھانا اس کو مضر ہو تو اس وقت آپ کیا کریں گے کیا یہ کریں گے کہ آپ تو حلوا بنا بنا کر کھایا کریں اور وہ دیکھا کرے میں تو نہیں سمجھتا کہ کوئی باپ ایسا ہوگا کہ اس کے سامنے حلوا پکائے گا۔ حضرت اس وقت یہ حالت ہوگی کہ حلوا کھانا چاہیں گے بھی تو حلق سے نہ اُترے گا۔ اگر ایسا ہی کوئی قصائی (۱) ہوگا تو خیر بازار میں جا کر حلوا کھا آئیگا لیکن گھر میں تو حلوے کا نام بھی نہ آنے دیگا آخر اس کی وجہ کیا۔ وجہ ظاہر ہے یہی کہ اگر گھر میں حلوا پکے گا یا گھر میں آئیگا تو یہ نہیں ہوسکے گا کہ صرف وہی لوگ کھائیں جن کو حلوا نقصان نہیں کرتا بلکہ اوروں کو کھاتے دیکھ کر اس کو بھی حرص ہوگی یہ بھی کھائیگا اور بد پرہیزی کریگا۔ چونکہ اس سے رغبت ہے اور اس کا نقصان ہرگز گوارا نہیں اس کی خاطر سارے گھر پر حلوا حرام ہوجائیگا۔ لیجئے اس کی بنا اسی قاعدہ شرعی پر تو ہوئی کہ جو

(۱) سخت دل

فعل مباح ہے وہ ہمارے لیے بھی ناجائز ہوجاتا ہے جبکہ دوسروں پر اسکا اثر بُرا پڑتا ہو۔ پس اگر آپ کو محبت ہوتی اور ہمدردی ہوتی مسلمانوں سے تو ایسا کبھی نہ کرتے بلکہ یہ سوچتے کہ میں تو کروں گا اس وجہ سے کہ مجھ کو وسعت ہے اور دوسرا بھائی کریگا برابری کے دعویٰ کی وجہ سے اور وہ ہوجاوے گا تباہ لہٰذا میں ہی ہاتھ روک لوں۔ اگر محبت اور ہمدردی ہوتی تو اپنے بھائیوں کو ضرور تباہی سے بچایا جاتا۔

اعتراض کا جواب

ایک شخص بولے کہ جب سب باتیں منع ہیں تو پھر دل کا حوصلہ کیسے نکالیں اور خوشی کس طرح منائیں میں نے کہا مجھے دو پانچ ہزار روپیہ میں غریبوں کو تقسیم کردوں ایک ہزار آدمیوں کو پہنچ جاویں ایک ایک کو پانچ پانچ روپیہ۔ وہ تمہیں دعائیں دیں نام بھی ہو۔ دل بھی خوش ہو۔ مگر حضرت ان باتوں میں وہ مزہ کہاں بس سن کر مُرجھا گئے کیونکہ اس میں حظ نفس تو نہ ہوا۔ چہل پہل دھوم دھام، صوفیوں کا سا مز، اکوئی گرے کوئی پڑے کوئی غل مچارہا ہے۔ ایک ہنگامہ برپا ہے بھلا وہاں یہ رونق کہاں اللہ بھلا کرے تاشے ڈھول (۱) کا یہ رونق تو ان ہی سے ہوتی ہے۔ اور نفس خوش رونق ہی سے ہوتا ہے۔

نکاح میں سہولت

اب فرمایئے اب آگے کیا گنجائش ہے کچھ کہنے کی اب تو ختم ہوگئی حجت۔ اب تو ثابت ہوگیا کہ کسی کے لیے بھی اجازت نہیں۔ بس تو اب فقط ایک چیز رہ گئی تقریب نکاح کے اندر یعنی ایجاب وقبول۔ بلکہ اگر کسی کی ہمت ہو تو اس میں بھی اختصار ممکن ہے وہ اس طرح کہ دولہا بھی مجلسِ نکاح میں نہ ہو وہ کسی کو اپنا وکیل کردے نکاح کے لیے کیونکہ یہ فرض نہیں ہے کہ دولہا خود موجود ہو جب ہی نکاح ہوسکے مثلاً کوئی نوکر ہے اس کو رخصت ہی نہیں ملتی یا ملنے میں دقت ہے یا مل بھی سکتی ہے مگر کیوں لیں فرض کیجئے کسی کا جی ہی نہیں چاہتا تو بس کسی کو اپنا وکیل کردے کہ وہ

(۱) ڈھول باجے

اس کی طرف سے قبول کرلے (ہنس کر فرمایا) مگر یہ سمجھا دیا جائے کہ کہیں وہ اپنے واسطے نہ قبول کرلے یوں کہہ دیا جائے کہ یہ میری طرف سے قبول کرلینا۔ چونکہ وکیل بجائے موکل کے ہوتا ہے اس لیے نکاح صحیح ہوجائیگا دیکھا آپ نے کس قدر سہولت ہے وہ نوکری پر موجود اور یہاں نکاح ہوگیا۔

حضرت علیؓ کا نکاح

چنانچہ مواہب لدنیہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح کی یہی صورت مروی ہے کہ جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے انکا نکاح ہوا وہ خود موجود نہ تھے بس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا کہ میں نے فاطمہ کا نکاح علی سے کردیا ان رضی علی بذالك یعنی اگر علی منظور کریں اس کو۔ حضرت علی کو جب خبر پہنچی تب انہوں نے کہا کہ میں نے منظور کیا۔ یوں ہوا تھا نکاح حضرت علی کا تو دیکھ لیا آپ نے کہ یوں بھی نکاح ہوسکتا ہے۔ برات تو برات دولہا کے ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔

غور کرنے کی بات ہے اے عقلا، کہ جتنی حاجات ہیں انسان کی کچھ نہ کچھ خرچ کی ضرورت سب میں ہے ادنیٰ سے ادنیٰ دو آنہ مثلاً آدمی کسی کام کو کہیں جاوے تو کھانا تو ضرور ہی کھائیگا اس میں کم از کم دو آنہ تو خرچ ہوں ہی گے۔ اسے بھی جانے دیجئے پانی سب سے سستی چیز ہے حتی کہ بکتا بھی نہیں مگر اس میں بھی خرچ ہوتا ہے خود پانی کی کوئی قیمت نہ سہی مگر لانے والے کو تو اُجرت دینا ہی پڑتی ہے عرصہ مہینہ ۸/۲/۴ کچھ تو لگتا ہی ہے بہت ہی کم ہوا تو ایک پیسہ کا تو ضرور ہی پانی کا بھی خرچ پڑجاتا ہوگا تو کچھ نہ کچھ قیمت پانی جیسی سستی چیز کی بھی ہوئی غرض ہر چیز میں کچھ نہ کچھ خرچ کی ضرورت ہے بجز نکاح کے کہ یہ اپنی حقیقت میں ایک پیسہ پر بھی موقوف نہیں کیونکہ اس کی حقیقت ایجاب ہے اور قبول اور یہ محض دو بول ہیں زبان کے۔ ان میں کسی خرچ کی کیا ضرورت، رہے چھوارے سو وہ محض مستحب ہیں نہ ہوں نہ سہی کچھ بھی حرج نہیں۔ اور مہر اُدھار ہے اس وقت اس کا کوئی تقاضا نہیں اور اُدھار بھی

جب ہے جب دو، اور جو دینا لینا ہے ہی نہیں، جیسا کہ آجکل عام طور سے سمجھا جاتا ہے تب تو ان کے زعم میں اُدھار بھی نہیں چنانچہ بعض وقت صاف کہتے ہیں کہ مہر تو محض ایک دباؤ کے لیے ہے دینا لینا تھوڑا ہی ہے کون لیتا ہے اور کون دیتا ہے (حالانکہ یہ غلط ہے مہر دین ہے (۱) جیسے اور دین ہوتے ہیں) خیر کم سے کم مہر اُدھار تو ہے ہی اس وقت اس کا مطالبہ نہیں تو نفس نکاح میں تو یہ خرچ شامل نہ ہوا۔

بابرکت نکاح

اب فرمایئے سب سے زیادہ سستی چیز اگر کوئی تھی تو نکاح تھا مگر اللہ بھلا کرے ہمارے بھائیوں کا سب نے آپس میں کمیٹی کرکے اس کو ایسا مہنگا کر دیا ہے کہ غریب آدمی کی تو مصیبت ہے۔ اور اس میں مزاحمت ہے عقل کی بھی اور مزاحمت ہے شریعت کی بھی بھلا یہ کونسی عقل کہہ سکتی ہے کہ جس چیز میں مطلق روپیہ کی ضرورت نہ ہو اس میں فضول اسقدر روپیہ صرف کر ڈالو ادھر شریعت کہتی ہے کہ اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ یعنی حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ نکاح سب سے زیادہ برکت والا ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو یہ ارشاد ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس میں نکاح کے متعلق سارے خرچ آ گئے حتی کہ مہر کی کمی بھی جس کی خصوصیت کے ساتھ بھی فضیلت وارد ہے۔

مہر میں کمی بیشی

آجکل مہر کی زیادتی کو بھی بڑا فخر سمجھا جاتا ہے۔ میری بھتیجی کے نکاح میں پانچ ہزار کا مہر باندھا گیا ایک رئیس تھے سندھ کے، وہ بھی نکاح میں شریک تھے میرے یہاں آئے ہوئے تھے انہوں نے سنکر بڑا تعجب کیا کہ اجی پانچ ہزار اس قدر زیادہ تو نہیں اتنے ہی پر تعجب ہوا حالانکہ ہمارے پاس ایک قصبہ ہے جلال آباد وہاں تو سوا سو لاکھ روپیہ کا مہر باندھا جاتا ہے اس سے تو پانچ ہزار سستا ہی ہے۔ مگر ان

(۱) ادھار ہے۔

کے یہاں کے مقابلہ میں یہ بھی بہت مہنگا تھا۔ کہنے لگے کہ اجی ہمارے یہاں تو ایک بکری یا ایک گائے یا سات آٹھ روپیہ بہت سے بہت دس روپیہ بڑے بڑے رئیسوں کا یہی مہر ہوتا ہے۔ لیجئے ان کے یہاں مہر بس اتنا ہی ہے واقعی صاحب مہر تو بس کم ہی اچھا اور خاص کر جب دینا لینا ہی نہیں تو پھر زیادہ مقدار سے فائدہ ہی کیا، اگر شان ہے تو دینے میں ہے محض نام لینے میں کیا شان اور اگر نام ہی لینے میں شان ہے تو پھر لاکھ ہی کے اوپر کیوں رہو ہفت اقلیم کا نام لے دیا کرو بلکہ دنیا ومافیہا(۱) بلکہ اُخری ومافیہا(۲) بلکہ عرش اور کرسی اور جنت سب ہی کا نام کیوں نہ لے دیا کرو۔ جب دینا لینا ہی نہیں تو پھر کیوں کسر رکھے۔

عجیب وغریب مہر

چنانچہ ایک جگہ مہر عجیب طرح کا سننے میں آیا دس مٹکے مچھروں کے، دس مٹکے پسوؤں کے۔ لاحول ولا قوت یہ کیا خرافات ہے مطلب یہ کہ ساری عمر کے لیے مرد دبا رہے اور دے ہی نہ سکے۔ اور ایک مقام پر سوا سیر کودوں (۳) کا مہر ہوتا ہے اس کو سنکر میں بڑا خوش ہوا کہ بہت ہی سستا مہر ہے مگر اس کی تفسیر کی گئی کہ سستا نہیں ہے سوا سیر کودوں سے مراد سوا سیر کودوں کا اناج نہیں ہے بلکہ اتنے روپیہ جتنے سوا سیر کودوں میں دانے ہوں (۴)۔ بھلا کیا ٹھکانا ہے سوا سیر کودوں میں لاکھوں ہی دانے ہوتے ہوں گے جن کا گننا بھی مشکل ہے تو سوا سیر کودوں کے معنی یہ ہوئے کہ لاکھوں روپیہ اب آپ ہی فرمایئے یہ کیا ہے محض رسوم قبیحہ (۵)۔ اجی مہر نہ اتنا کم ہی ہو کہ لڑکی کی تحقیر ہو نہ وسعت سے زیادہ ہو کہ دیا ہی نہ جا سکے۔

ازواج مطہرات میں بعض کا مہر

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک بیوی کا مہر گیارہ سو بھی تھا حساب سے صرف

---

(۱) دنیا اور اس میں موجود سب چیزیں (۲) بلکہ آخرت میں موجود سب چیزیں (۳) سخت اناج (۴) سوا سیر میں جتنے دانے ہوں اتنے روپے (۵) بری رسم۔

تین چار روپیہ کم ہوتے ہیں گیارہ سو سے اگر بہت ہی بڑا فخر کرنا ہے تو گیارہ سو کا مہر باندھ دو مگر کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہ گیارہ سو کا مہر زیادہ تھا کیونکہ ایک بادشاہ تھے حبشہ کے حضرت نجاشی یہ نکاح حضور کا انہوں نے کیا تھا اور یہ مہر بھی انہوں نے اپنے ہی ذمہ رکھا تھا۔ تو دیکھئے ایک بادشاہ نے اپنے ذمہ صرف گیارہ سو روپیہ رکھے تو یہ بھی کوئی بڑی رقم نہ ہوئی۔ بادشاہ کے یہاں گیارہ لاکھ تو ہوتے اگر ایسا ہی شوق ہے زیادہ مہر باندھنے کا تو خیر یہ مقدار گیارہ سو کی بھی موجود ہے مگر اتنا تو نہ بڑھاؤ کہ دیا ہی نہ جاسکے رہی شان سو شان کو رہنے دو۔

کیا نعوذ باللہ ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہماری شان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی زیادہ ہے استغفر اللہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مہر کی زیادتی کوئی عزت کی بات ہوتی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ مستحق تھے اس عزت کے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع

واقعی بھلا حضور سے زیادہ کون عزت والا ہوسکتا ہے۔ اور حضور فقط دینی عزت ہی میں سب سے بڑھے ہوئے نہ تھے بلکہ دنیوی عزت میں بھی سب سے بڑھے ہوئے تھے اور صرف مسلمانوں ہی سے نہیں۔ بلکہ غیر مسلم قوموں سے بھی اور ظاہری ساز وسامان بھی حضور کے پاس بعض دفعہ ایسا ہوا ہے کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوا چنانچہ حج میں ایک دفعہ سو اونٹ حضور نے اکیلے قربان کئے۔ ہم نے تو کسی بادشاہ کو بھی نہیں سنا کہ اکیلے سو اونٹ کی قربانی کی ہو ۶۳ اونٹ تو خود حضور نے اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمائے اس سے حضور کی قوت کا بھی اندازہ ہوتا ہے ہمیں تو ایک چڑیا کا بھی ذبح کرنا مشکل ہوتا ہے نہ کہ ۶۳ اونٹ اور ذبح کرنا بھی چھری پھیر کر نہیں بلکہ بھالے (۱) سے۔ اس زمانہ میں عرب کے اندر یہی رسم تھی کہ بھالہ گلے میں مارا جاتا تھا اس کو نحر کہتے ہیں اونٹ اسی طرح ذبح کیا

(۱) نیزے سے۔

جاتا تھا۔ خیال کیجئے بھالہ کس قوت سے لگتا ہوگا ۶۳ اونٹوں کا اس طرح ذبح کرنا سہل بات نہیں ہے۔ ۶۳ کو خود ذبح فرمایا بقیہ کو ذبح کرنے کے لیے حضرت علی کے سپرد فرمادیا پورے ۱۰۰ اونٹ کی قربانی فرمائی۔ اس کے متعلق ایک لطفیہ یاد آیا۔ روایت میں ہے کہ ان اونٹوں کی یہ حالت تھی کہ کلھن لفن الیہ جب وہ اونٹ ذبح کئے جانے کے لیے ایک قطار میں کھڑے کئے گئے تو ہر اونٹ حضور کی طرف جھک جھک کر بڑھتا تھا کہ پہلے مجھے ذبح کریں ہائے اس موقع پر مجھے وہ شعر یاد آتا ہے

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف　　　بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد(۱)

یہاں سے حضور کی شان محبوبیت بھی معلوم ہوتی ہے کہ جانور بھی حضور پر فدا تھے اور اپنا ذبح ہونا حضور کے ہاتھ سے چاہتے تھے معلوم ہوتا ہے جانور بھی حضور کو پہچانتے تھے۔ بلکہ جانور کیا سب مخلوق حضور کو پہچانتی تھی۔ صحیح روایت میں ہے انی لاعرف حجرا کان یسلم علی یعنی فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھ کو سلام کیا کرتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ پتھر بھی آپ کو پہچانتے تھے۔ پھر تعجب ہے کہ انسان نہ پہچانے بالخصوص جو حضور کے امتی ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اور یہ پہچاننا نہیں ہے کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ زبان سے کہہ لیا پہچاننا کہتے ہیں کسی کے حق پہچاننے کو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق

سو سنئے حضور کے تین حق ہیں ایک حق ہے محبت ایک حق ہے عظمت تیسرا حق ہے متابعت۔ اب لوگوں نے کیا کیا ہے کہ تجزیہ کیا ہے ان حقوق میں بعضوں نے تو محض محبت لے لی عظمت اور متابعت کو نظر انداز کر دیا بعضوں نے محض ظاہری عظمت کو کافی سمجھا محبت اور متابعت سے کوئی سروکار نہ رکھا بعضوں نے محض متابعت

(۱) ''جنگل کے تمام جانوروں نے اس امید پر کہ آج محبوب شکار کے لئے آئے گا اپنے سر ہتھیلی پر رکھ لئے''۔

پر قناعت کر لی محبت اور عظمت کی تحصیل کے درپے نہ ہوئے حالانکہ حضور کے تینوں حقوق کا ادا کرنا یکساں طور پر ضروری ہے حضور کے ہر حق کا ادا کرنا واجب ہے محبت کا بھی عظمت کا بھی اور متابعت یعنی اتباع کا بھی چنانچہ ارشاد ہے **قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي** (۱) یعنی اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ سے تو میرا اتباع کرو معلوم ہوا کہ محبت کے ساتھ اتباع بھی ضروری ہے اور سچ تو یہ ہے کہ محبت تو وہی ہے جس کے ساتھ اتباع بھی ہو ورنہ محبت بلا اتباع تو وہی محبت ہے کہ گھر باہر سب تمہارا مگر کوٹھی کٹھلے (۲) کو ہاتھ نہ لگانا اور یہ تعلق بلا اتباع تو وہی تعلق ہے کہ

گرجان طلبی مضائقہ نیست در زر طلبی سخن دریں است (۳)

نہ نماز نہ روزہ نہ حج نہ زکوٰۃ کچھ بھی نہیں اور دم بھرتے ہیں حضور کی محبت کا۔اے صاحب خوب سمجھ لیجئے محبت وہی معتبر ہے جس کا اثر دونوں طرف پورا پورا ہو ہم کو ایسی محبت ہے کہ ایک طرف سے بھی پوری نہیں۔

ہماری محبت کا حال

بس ہم کو ایسی محبت ہے حضور سے جیسی کسی طالبعلم کی حکایت ہے کہ کسی شہزادی کو کہیں اتفاق سے آپنے دیکھ لیا تھا بس عاشق ہو گئے یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ اس کے ساتھ نکاح کرنے کی فکریں کرنے لگے۔ایک روز اسی سوچ میں بیٹھے تھے کہ ایک دوست ملنے آئے پوچھا کس حال میں ہو کہا شہزادی سے نکاح کرنے کی فکر میں ہوں کہا سبحان اللہ آپ کی یہ تو حیثیت اور شہزادی سے نکاح کرنے کی فکریں طالبعلم نے کہا کہ میاں آدھا سامان تو ہو بھی چکا صرف آدھا سامان ہونا اور باقی ہے۔دوست کو بڑا تعجب ہوا پوچھا آخر کیونکر۔کہا نکاح کے لیے دولہا اور دلہن دونوں کی رضامندی شرط ہے سو میں تو بالکل راضی ہوں بس اس کے راضی ہونے کی دیر ہے آدھا سامان تو ہو گیا آدھا باقی ہے۔اگر اسے آدھا سامان کہہ سکتے ہیں تو

(۱) سورۃ آل عمران: ۳۱ (۲) ایسے موقع پر بولتے ہیں جہاں کوئی مطلوبہ چیز نہ دے مگر زبانی کہتا رہے سب کچھ آپ کا ہے (۳) ''اگر جان مانگو تو حاضر ہے لیکن اگر پیسے مانگو تو اس میں کلام ہے''۔

واقعی اس محبت یکطرفہ میں آپ کے پاس بھی آدھا سامان موجود ہے آپ بھی خوش رہئے۔غرض یہ نہیں ہے حضور کی محبت ۔محبت وہ ہی جس میں دوسری طرف سے بھی محبت ہواور وہ موقوف ہے متابعت پر جب یہ نہیں تو وہ محبت ہی نہیں۔

ایک شاعر کا حال

ایک ہندی شاعر ہیں جو ہیں تو رند آدمی مگر فارسی کلام ان کا صوفیانہ ہے۔ لیکن کلام صوفیانہ ہونے کے یہ معنیٰ نہیں کہ وہ صوفی تھے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ شاعر ہوتے ہیں دو قسم کے ایک تو بعضے روکھے ہوتے ہیں ان کا کلام پھیکا پھیکا ہوتا ہے اور بعض ہوتے ہیں صاحب درد، ایسوں کے کلام میں تصوف کی چاشنی ہوتی ہے حالانکہ دراصل تصوف سے ان کو کوئی تعلق نہیں ہوتا اسی قسم کے وہ شاعر تھے چونکہ وہ صاحبِ درد تھے اس لیے ان کے کلام میں تصوف کا رنگ ہوتا تھا ایک شخص نے ان کا کلام دیکھا تو سراسر تصوف اور معرفت میں ڈوبا ہوا پایا۔ بس ان کی بزرگی کے معتقد ہوگئے سمجھے کہ یہ شخص کوئی زبردست صوفی اور اولیاء اللہ میں سے معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تک اعتقاد بڑھا کہ ان کی زیارت کے لیے ایران سے سفر کرکے آئے جب ان کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ بیٹھے حجام سے داڑھی کی صفائی کرارہے ہیں اب یہ حیرت میں۔ آخر نہ رہا گیا پوچھا آغا ریش می تراشی (۱) آپ بولے، بلے ریش می تراشم ولے دل کسے نمے خراشم (۲)۔کسی سے صوفیوں کا مقولہ سن لیا ہوگا کہ سارے گناہ کرو مگر کسی کا دل مت دکھاؤ مگر انہوں نے بھی اس کا خوب ہی جواب دیا۔ کہا ارے دل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مے خراشی ۔تم اپنی اس حرکت سے حضور کی دل آزاری کرتے ہو کیونکہ حضور کے سامنے حضور کی امت کے سارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں جب تمہارے اعمال پیش ہوتے ہوں گے تو تمہاری اس حرکت سے حضور کا کس قدر دل دکھتا ہوگا۔ یہ سنتے ہی بس آنکھیں کھل گئیں صاحبِ درد تو تھے ہی ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور جوش میں آ کر یہ کہا۔

(۱) اے بھائی داڑھی کٹوار ہے ہو (۲) آپ بولے ہاں داڑھی کٹوارہا ہوں کسی کا دل تو نہیں دکھارہا

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی مراباجان جاں ہمراز کردی(۱)

خدا تمہیں خوش رکھے اتنے دن تک میں دھوکہ ہی میں رہا آج غلطی معلوم ہوئی ہے توبہ ہے جواب سے کبھی ایسا کروں۔ وہ اس گمان میں تھا کہ ان چیزوں کو حضور کی محبت سے کیا علاقہ اس محقق کی تنبیہ سے معلوم ہوا کہ بہت بڑا علاقہ ہے۔

حقیقی محبت

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ

تعصی الاٰله وانت تظهر حبه هذالعمری فی الفعال بدیع(۱)

لوکان حبك صادقا لاطعته ان المحب لمن یحب مطیع(۲)

وہ کیسا عاشق ہے جو معشوق کی نافرمانی کرے وہاں تو مال سے بھی جان سے بھی ہر طرح سے اطاعت کے لیے حاضر ہے اور یہاں محبت کے لیے اطاعت کی بھی ضرورت نہ سمجھی جائے یہ مضمون مجھے اس پر یاد آ گیا تھا کہ کلھن یزدلفن الیه جانوروں کی بھی حضور سے محبت تھی ہر اونٹ یہی چاہتا تھا کہ پہلے مجھ کو حضور ذبح کریں اصل ذکر یہ تھا کہ حضور نے اکیلے ۱۰۰ اونٹ قربانی کئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت

تو حضور ظاہرا بھی بادشاہ تھے اور بادشاہی بھی ایسے کہ کسی بادشاہ کی بھی عزت اتنی نہ تھی جتنی حضور کی تھی۔ چنانچہ ہرقل (۳) شاہِ روم اپنے تخت شاہی پر بیٹھا ہوا کہتا ہے (صحیح بخاری میں روایت ہے) کہ اگر میں حضور تک پہنچتا تو حضور کے پاؤں دھوتا اللہ اکبر ایک بزرگ کے بارے میں جو ٹوٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھنے والے ہیں یہ الفاظ بادشاہ کے منہ سے کس قدر عظمت کی دلیل ہیں پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ الفاظ

(۱)"اللہ پاک آپ کو نیک بدلہ دے کہ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے محبوب حقیقی سے ہمراز کردیا" (۱) "تو نافرمانی کرتا ہے حق تعالیٰ کی اور دعویٰ کرتا ہے ان کی محبت کا یہ عجیب بات ہے" (۲) "اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اطاعت بھی کرتا کیونکہ عاشق معشوق کا مطیع ہوا کرتا ہے" (۱) ہرقل روم کے بادشاہوں کا لقب ہوتا تھا۱۲۔

محض عظمت اور وقعت ہی کی وجہ سے کہے گئے ہیں نہ یہ کہ کسی مجبوری سے دیکھئے ایک زبردست خود مختار بادشاہ ہرقل حضور سے اس قدر فاصلہ پر بیٹھا ہوا اپنے ارکان دولت کے سامنے اتنے صریح لفظوں میں ایک ایسی بات کہہ رہا ہے جو بظاہر اس کی شان کو اس کی رعایا کی نظروں میں بہت ہی گھٹانے والی ہے اگر عزت اس کا سبب نہیں تھی تو اور کیا چیز تھی۔ اگر یہ عزت نہیں تو پھر اور عزت کسے کہتے ہیں کیا عزت نام ہے کپڑوں کا اگر کپڑوں میں عزت ہے تو وہ ایسی عزت ہے جیسے علی حزین شاعر سے ملنے ایک شخص بڑے ٹھاٹھ سے آیا کپڑے بہت بڑھیا نئے پہنے ہوئے کھڑ کھڑ بھڑ بھڑ بولتے ہوئے۔ علی حزین پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا ان حضرت کو اس شان سے آتا ہوا دیکھ کر پاؤں سمیٹ لئے اور بہت عزت کے ساتھ بٹھایا حالانکہ یہ بڑا داغ دار شخص تھا پوچھا اسم شریف یوسف نام تھا آپ فرماتے ہیں اِیْسُفْ علی حزیں نے یہ سنتے ہی سامنے کو پاؤں پھیلا دئے اور کہا کہ بابا اگر تو ایسف ہستی پس چرا من پائی خود را کشم۔ بس ساری عزت میاں کی اتنی ہی دیر میں خاک میں مل گئی غرض کپڑوں کی عزت بس اتنی ہی دیر کی ہوتی ہے۔ جہاں حقیقت کھلی بس پھر کچھ بھی نہیں تو حضور کی عزت ایسی عزت نہ تھی حقیقی عزت تھی ویسے تو حضور کی معاشرت بے حد سادہ تھی لباس بھی بالکل معمولی ہوتا تھا حضور کو واقعی اور حقیقی عزت حاصل تھی دنیا کے بادشاہوں کی سی زبردستی کی عزت نہ تھی۔ اور محض دینی عزت نہیں بلکہ دنیوی عزت بھی بدرجۂ کمال حاصل تھی اب اس سے زیادہ کیا دنیوی عزت ہوگی کہ ایک بادشاہ یوں کہتا ہے کہ میں اگر حضور تک پہنچ پاتا تو حضور کے پاؤں دھوتا اور اس کو اپنا فخر سمجھتا تو غرض حضور کو دنیوی اور دینی ہر قسم کی عزت حاصل تھی پھر بھی حضور نے اپنی ازواج و بنات کے مہر تھوڑے ہی تھوڑے مقرر فرمائے جس سے معلوم ہوا کہ مہر کا زیادہ ہونا کوئی عزت کی بات نہیں اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر مہر کا بڑا ہونا کوئی عزت کی بات ہوتی تو حضور ہمارے سے زیادہ مستحق تھے اس عزت کے۔

رسوم کی برائی

اب تو معلوم ہوگیا کہ مہر تھوڑا ہی کافی ہے اور بہتر ہے اب بتلایئے نکاح میں خرچ ہی کونسا رہ گیا ایک مہر تھا سووہ بھی اُدھار۔نقد تو ایک پیسہ کا بھی خرچ نہیں۔آپ نے دیکھا نکاح ایسی سستی تو چیز مگر ہمارے بھائیوں نے مل جل کر اس کو اس قدر گراں کردیا ہے کہ اللہ توبہ۔بعض بعض قوموں میں تو عورت پر روپیہ بھی دینا پڑتا ہے۔اب خیال فرمایئے کہ یہ سب مزاحمت ہے عقل کی اور نقل کی یا نہیں۔غرض ان رسوم کی کسی پہلو سے بھی اجازت نہیں نکلتی۔یوں کہئے کہ صورت معصیت کی نہیں تو اس سے کیا ہوتا ہے حکم تو حقیقت پر ہوتا ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ شریعت نے ان سے تعرض بھی کیا ہے پس اگر اب بھی وہی خیال ہو کہ ان باتوں میں ہم کو آزادی ہے اعتقاداً یا عملاً تو کہا جائے گا أَيَحْسَبُ ٱلْإِنسَٰنُ أَن يُتْرَكَ سُدًى یعنی کیا خیال کرتا ہے انسان کہ اس کو مہمل چھوڑ دیا جائیگا مطلب یہ ہے کہ یہ خیال غلط ہے مہمل نہیں چھوڑا جائیگا۔بلکہ اس کے ہر ہر فعل کی ہر ہر قول کی اور ہر ہر حال کی نگرانی ہوگی۔

بس اب میں ختم کرتا ہوں چونکہ وقت تنگ تھا اس لیے میں بیان کر چکا۔اب میں صرف چار پانچ منٹ اور لینا چاہتا ہوں اس مجمع میں کچھ اہل علم بھی ہیں اس لیے ایک طالب علمانہ مضمون میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں اصل مقصود تو بیان ہو چکا یہ ایک زائد بحث ہے اگر سب کی سمجھ میں نہ آوے تو کچھ حرج نہیں۔

جنات کے جنت میں جانے کی بحث

وہ بحث یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہ فرماتے ہیں أَيَحْسَبُ ٱلْإِنسَٰنُ أَن يُتْرَكَ سُدًى یہاں صرف انسان کو خطاب کیا حالانکہ یہ ثابت ہے کہ جن اور انس دونوں جزا وسزا پائیں گے اور جز وسزا دونوں کو جب ہی ہوسکتی ہے جب دونوں مکلف ہوں۔جب دونوں مکلف ہیں تو اس خطاب میں انسان کی تخصیص

کیوں کی گئی أَيَحْسَبُ ٱلْإِنسَٰنُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ہاں جنوں کے ثواب کے متعلق البتہ اختلاف ہے چنانچہ امام صاحب کا قول مشہور اور کتب میں منقول ہے کہ وہ جنت میں نہ جائیں گے ان کی جزا یہی ہوگی کہ عذاب سے نجات ہوجائیگی یہ امام صاحب کا مشہور مذہب ہے باقی جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مومنین جن بھی جنت میں جائیں گے دلیل امام صاحب کی یہ مشہور ہے يَٰقَوْمَنَآ أَجِيبُوا۟ دَاعِىَ ٱللَّهِ وَءَامِنُوا۟ بِهِۦ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (۱) اس آیت میں جنوں کا قول حق تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔ کہ جنوں نے آپس میں کہا تھا کہ کہنا مان لو خدا تعالیٰ کے داعی کا اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دیگا اور تم کو عذاب الیم سے نجات دیگا یہاں عذاب سے نجات دینے کا وعدہ ہے یہ وعدہ نہیں ہے کہ جنت میں بھی داخل کریگا۔ ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ سکوت معرض بیان میں بیان ہوتا ہے یہاں جزا کا بیان ہے اگر جزا کچھ اور ہوتی تو اس کا بھی بیان ہوتا اور بیان ہے نہیں، تو اور کچھ جزا بھی نہیں تو جزا صرف یہ ہوئی کہ ان کو دوزخ سے نجات ہوجاوے گی یہ ہے امام صاحب کا قول۔ جمہور کی دلیل یہ آیتیں ہیں فَبِأَىِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ جنت کی نعمتیں یاد دلا کر فرماتے ہیں کس کس نعمت کو تم دونوں جھٹلاؤ گے اے جن وانس۔ اس سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نعمتیں دونوں کے لیے ہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ تصریح اس آیت میں ہے لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (۲) یہ آیت حوروں کے بارے میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حوریں جن وانس دونوں کے لیے ہوں گی اور حوریں جنت کے اندر ہیں تو جنت میں جانا جنوں کا ثابت ہوا۔ اور ہر مجتہد دوسرے مجتہد کے استدلال کا جواب دے سکتا ہے اور احقر کا گمان یہ ہے کہ امام صاحب کا مقصود نفی نہیں دخول جنت کی مومنین جن کے لیے۔ بلکہ یہ مقصود ہے کہ ہم بوجہ نص صریح نہ ہونے کے ایسا حکم نہیں کر سکے اور غالباً اطفال

(۱) ''اے بھائیو اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو عذاب دردناک سے محفوظ رکھے گا'' سورۃ الاحقاف: ۳۱ (۲) '' (اور) ان (جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔'' سورۂ رحمٰن: ۷۴۔

کے باب میں بھی امام صاحب کا یہی قول ہے واللہ اعلم لیکن ظاہراً جمہور کا قول زیادہ جی کو لگتا ہے اور اس کے اختیار کرنے سے ترک تقلید کا کسی کو شبہ نہ ہو کیونکہ یہ کوئی مسئلہ فقہ کا نہیں ہے جس میں امام صاحب کے قول کی تقلید واجب ہو یہ مسئلہ معاد کا ہے اور اس سے زیادہ اسلم یہ ہے کہ خدا کے سپرد کیا جائے خدا جانے کیا ہوگا جو ہوگا ہو رہے گا بہرحال اس کا فیصلہ ہمارے اجلاس میں نہ آویگا ہم کو کاوش کی ضرورت نہیں۔

جنات احکام کے مکلف ہیں

باقی جنوں کے مکلف ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں اور وہ ان آیتوں سے ثابت ہے سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ ٱلثَّقَلَانِ (۱) جن وانس دونوں کو ثقل فرمایا ثقل کے معنی ہیں جس پر ثقل یعنی بوجھ ہو بوجھ سے مراد وہی بار تکلیف ہے معلوم ہوا دونوں مکلف ہیں اور دوسری آیت میں فرماتے ہیں يَٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ قیامت میں جواب طلب کیا جائیگا دونوں سے اور پوچھا جائیگا کہ اے جن وانس کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی مکلف ہیں پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس آیت میں یعنی أَيَحْسَبُ ٱلْإِنسَٰنُ أَن يُتْرَكَ سُدًى میں صرف انسان کا ذکر کیا گیا اسکی دو وجہ ہوسکتی ہیں ایک تو یہ کہ قرآن کی تبلیغ اول انسانوں ہی کو ہوئی پھر ثانیاً جنوں کو۔ ایک تو یہ جواب ہے سیدھا سادہ دوسرے یہ کہ ہر چند کہ مکلف انسان اور جن دونوں ہی ہیں لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنی عنایت حق تعالیٰ کی انسان پر ہے اتنی جن پر نہیں ہے جن دوسرے درجہ میں ہیں لہٰذا مخاطب ہونا بھی انکا تبعاً للانسان ہے اور فضائل میں بھی وہ تابع ہیں انسان کے، چنانچہ جو لوگ قائل ہوئے ہیں اس بات کے کہ جن جنت میں جائیں گے وہ بھی کہتے ہیں۔ کہ جنت کے گردوپیش میں رہیں گے جیسے تابع لوگ ہوا کرتے ہیں بہرحال وہ تابع ہیں اس بنا پر خطاب میں ان کو شریک نہیں کیا گیا لیکن اثر خطاب

(۱) سورۂ رحمٰن: ۳۱۔

میں وہ داخل ہیں کیونکہ تابع متبوع کے اثر خطاب میں داخل ہوا کرتا ہے۔

مظہر صفات خداوندی

اور تابع ہونے کی دلیل یہ آیت ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ ءَادَمَ ۔صوفیہ کرام سمجھے ہیں اس کے راز کو انسان مکرم کیوں ہے وہ راز یہ ہے کہ انسان مظہر اتم ہے حق تعالیٰ کا اسی واسطے آیا ہے ان اللّٰہ خلق اٰدم علی صورتہ اس کے لفظی معنی تو یہ ہیں کہ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا لیکن یہ مسلم ہے کہ صورت کے معنی متبادر مراد نہیں کیونکہ اس سے تجسم لازم آتا ہے حق تعالیٰ کا۔ لامحالہ دوسرے معنی مراد ہوں گے جس کی حقیقت یہ ہے کہ صورت کے معنی ظہور ہیں چنانچہ صورت متعارفہ کو جو صورت کہتے ہیں وہ بھی اس بناء پر کہ وہ ظہور ہے حقیقتِ ذی صورت کو پس معنی یہ ہوئے کہ ایسی حالت پر پیدا کیا خدا تعالیٰ کا اس حالت سے ظہور ہوا تو علی صورتہ کے معنی ہوئے علی ظہورہ یہی معنی ہیں صوفیہ کے اس قول کے کہ انسان مظہر اتم ہے حق سبحانہ تعالیٰ کا مطلب یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ظہور پورا پورا انسان کے ذریعہ سے ہوا۔ اس ظہور سے مراد وہی ظہور ہے جو کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق میں ہے کیونکہ لِأُعْرَفَ کے معنی کا حاصل یہی ہے لِاَظْهِرَ یوں تو حق تعالیٰ کی مظہر ہر چیز ہے لیکن انسان خصوصیت کے ساتھ مظہر ہے اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ انسان مظہر اتم ہے ایک تو یہ وجہ ہے انسان کے سب سے زیادہ مکرم ہونے کی۔

مظہر کمال عشق

دوسری ایک وجہ کا پتہ وہاں سے چلتا ہے جہاں مکلف فرمانے کے قصہ کو بیان فرمایا ہے وہ یہ آیت ہے إِنَّا عَرَضْنَا ٱلْأَمَانَةَ عَلَى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱلْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا ٱلْإِنسَٰنُ [1] سب جانتے ہیں کہ مکلف جن وانس دونوں ہیں مگر یہاں ذکر صرف انسان کا ہے کہ اسی نے

(۱) سورۃ الاحزاب:۷۲۔

ہماری امانت کو اُٹھایا یہاں امانت سے مراد تکلیف شرعی ہے یعنی احکام کی تعمیل تو گویا کہا یوں گیا تھا کہ کون اختیار کرتا ہے اس تکلیف احکام کو اس شرط پر کہ جو اطاعت کریگا مثاب ہوگا(۱) جو اطاعت نہ کریگا معذب ہوگا(۲) اس کو سنکر سب ڈر گئے نہ آسمان کو ہمت ہوئی نہ زمین کو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شعور سب کے اندر ہے چنانچہ اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ زمین آسمان نے سنا اور سمجھا۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

آب و خاک وبادو آتش بندہ اند — بامن وتو مردہ باحق زندہ اند(۳)

چنانچہ بعضے حکماء یونانیین بھی قائل ہیں کہ بعض جمادات میں شعور ہے اور نئے حکماء بھی کہتے ہیں کہ درختوں میں روح ہے مگر خفتہ ہے۔ سبحان اللہ عقلا کو بھی وہی ماننا پڑا جو شریعت سے ثابت ہے۔ تو اگر جمادات وغیرہ میں بھی حس وشعور مان لیا جائے جیسا کہ بہت سے اہل کشف سے ثابت ہے تو کیا حرج ہے اور ظاہر قرآن مجید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ہم جو اپنے نزدیک صاحب شعور ہیں اور یہ سب چیزیں ہمارے نزدیک بے شعور ہیں حقیقت میں یہ بھی ذی شعور ہوں لیکن ہمارا شعور ان کے شعور کے متعلق نہ ہوا ہو۔ غرض فرماتے ہیں کہ ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر امانت کو پیش کیا کہ اس کو کون اٹھاتا ہے۔ سب نے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔ مگر حضرت انسان فوراً بول اٹھے کہ ہم ہیں اس کو اٹھانے والے کچھ دیکھا نہ بھالا بس بے تامل لے کر کھڑے ہو گئے اس کو۔ ہمت تو دیکھئے آپ کی اور وجہ کیا ہے اس ہمت کی، اس کو صوفیہ نے بیان کیا ہے۔ قرآن مجید اس سے ساکت ہے، اگر کوئی مسکوت عنہ فی القرآن (۴) کا صوفیہ کے ارشاد سے قائل ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے(۵)۔ وہ فرماتے ہیں۔

---

(۱) اجرا پائے گا (۲) عذاب اٹھائے گا (۳) صوفیہ کے قول سے وہ حکم واضح ہوجائے تو کیا مضائقہ ہے
(۳) ''ہمارے تمہارے سامنے یہ سب چیزیں مردہ اور بے جان ہوتی ہیں لیکن خدا کے سامنے یہ سب زندہ ہیں''
(۴) جس کے بارے میں قرآن نے کوئی حکم بیان نہ کیا ہو (۵) صوفیہ کے قول سے وہ حکم واضح ہوجائے تو کیا مضائقہ ہے۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند(۱)

اس میں اشارہ ہے اس وجہ کی طرف یعنی دیوانہ کے لفظ میں کہ اس کے اندر دیوانگی تھی دوسروں میں یہ چیز نہ تھی۔ شرح اس کی یہ ہے کہ انسان میں شان عشق غالب تھی اوروں میں یہ مادہ اس درجہ کا نہ تھا۔ تو گویا سب میں شعور تھا انسان ہی میں بے شعوری تھی یعنی عشق۔ (یہ لطیفہ ہے) اس عشق سے ان حضرت کو لذت ہوئی خطاب میں تو اس سے اندازہ کیا کہ جب ایک خطاب میں یہ لذت ہے تو اگر مکلف ہونے کو مان لیں گے تو بار بار خطاب ہوا کرے گا اور خوب لطف آئیگا اور بڑا مزہ ہوگا۔ چاہے دوزخ میں بھی جلنا پڑے لیکن اس لذت کو کیوں چھوڑیں۔ بس آؤ دیکھا نہ تاؤ عشق کے جوش میں اس امانت کو اٹھا ہی تو لیا۔ اس کو فرماتے ہیں وَحَمَلَهَا ٱلۡإِنسَٰنُ اس میں اشارہ ہے انسان کے عارف ہونے کی طرف بھی کہ اس نے پہچان لیا اس دولت کو جو اس تکلیف کے اندر پنہاں تھی۔ اب یہاں پر مسلم ہے یہ بات کہ اس امانت کو جن وانس دونوں نے اٹھایا کیونکہ دونوں مکلف ہیں تو یوں ہونا چاہئے تھا۔ وحملها الانسان والجن۔ لیکن صرف انسان کو ذکر فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان مکلفیت کی صفت میں اصل ہے اور جن تابع ہیں۔ تو اصل کو ذکر کیا اور تابع کو چھوڑ دیا اور جب اس صفت میں اصل ہونے کی وجہ سے اسی کا نام لیا تو اس حمل کے حقوق کے اخلال (۲) پر جو اس آیت میں أَيَحۡسَبُ ٱلۡإِنسَٰنُ أَن يُتۡرَكَ سُدًى نکیر کیا ہے اس میں بھی اسی کا خاص بیان کیا سبحان اللہ۔ یہ تبرعاً بیان کر دیا۔

انسان پابند احکام ہے

اب میں اصل مضمون کا پھر اعادہ کرتا ہوں۔ یہ دیکھنا ہے کہ شریعت نے ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے آیا ہم کو ہر ہر امر میں پابند کیا ہے یا آزاد چھوڑ دیا ہے

(۱) آسمان نے اس بار امانت کو نہ اٹھایا مجھے دیوانے کے نام اس بوجھ کو اٹھانے کا قرہ نکل آیا'' (۲) ذمہ داری کے حقوق ادا نہ کرنے پر نکیر کئے جانے میں بھی اصل انسان ہی قرار دیا گیا جس طرح مکلف قرار دیتے ہیں وہ اصل تھا۔

اور ہمارے افعال کو ہماری رائے پر رکھا ہے۔ سمجھ لیجیے کہ یہ خیال ہرگز صحیح نہیں ہے کہ شریعت نے ہمارے افعال سے تعرض نہیں کیا۔ شریعت نے ہر ہر چیز سے تعرض کیا ہے۔ لیجئے قرآن مجید میں ہے یَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدۡخُلُواْ بُيُوتًا غَيۡرَ بُيُوتِكُمۡ حَتَّىٰ تَسۡتَأۡنِسُواْ وَتُسَلِّمُواْ عَلَىٰٓ أَهۡلِهَا (۱) یعنی کسی کے گھر میں نہ جاؤ جب تک کہ ان سے میل نہ کرلو اور ان کو سلام نہ کرلو۔ یہ معاشرت کے احکام ہیں اور یَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قِيلَ لَكُمۡ تَفَسَّحُواْ فِي ٱلۡمَجَـٰلِسِ فَٱفۡسَحُواْ يَفۡسَحِ ٱللَّهُ لَكُمۡۖ وَإِذَا قِيلَ ٱنشُزُواْ فَٱنشُزُواْ يَرۡفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ وَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ دَرَجَـٰتٍ (۲) یعنی اے مسلمانوں جب تم سے کسی مجلس میں کہا جائے جگہ دو تو جگہ دیدو مطلب یہ ہے کہ دب کر بیٹھ جاؤ اور جب کہا جاوے یہاں سے اٹھ جاؤ تو اٹھ جاؤ۔ یہ امر ہے اور اس پر وعدہ ہے يَرۡفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ الخ یہ مجلس کے آداب ہیں علی ہذا عادات کے متعلق بہت سی آیتیں ہیں منجملہ ان کے یہ ہے لَّيۡسَ عَلَى ٱلۡأَعۡمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى ٱلۡأَعۡرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى ٱلۡمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمۡ أَن تَأۡكُلُواْ مِنۢ بُيُوتِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ ءَابَآئِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ أُمَّهَـٰتِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ إِخۡوَٰنِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ أَخَوَٰتِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ أَعۡمَـٰمِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ عَمَّـٰتِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ أَخۡوَٰلِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ خَـٰلَـٰتِكُمۡ أَوۡ مَا مَلَكۡتُم مَّفَاتِحَهُۥٓ أَوۡ صَدِيقِكُمۡۚ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ أَن تَأۡكُلُواْ جَمِيعًا أَوۡ أَشۡتَاتًاۚ (۳) یعنی اندھے پر تنگی نہیں لنگڑے پر تنگی نہیں، مریض پر تنگی نہیں نہ تمہارے اوپر تنگی ہے اسباب میں کہ اپنے گھر کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر یا ماں کے گھر یا اور عزیزوں کے گھر جو آیت میں مذکور ہیں یا اپنے دوست کے گھر۔ اور اکھٹے ہوکر کھاؤ یا الگ الگ۔ یہ آیت عادات کے متعلق ہوئی۔ اور يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدۡخُلُواْ بُيُوتَ ٱلنَّبِيِّ إِلَّآ أَن يُؤۡذَنَ لَكُمۡ إِلَىٰ طَعَامٍ

(۱) سورۃ النور: ۲۷ (۲) سورۃ المجادلہ: ۱۱ (۳) سورۃ النور: ۶۱

غَيْرَ نَٰظِرِينَ إِنَىٰهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَٱدْخُلُوا۟ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَٱنتَشِرُوا۟ وَلَا مُسْتَـْٔنِسِينَ لِحَدِيثٍ (۱) یعنی اے مسلمانو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دولت خانہ میں مت جاؤ الا آنکہ تم کو اجازت دی جائے کھانا کھانے کی غرض سے مگر اس میں بھی یہ شرط ہے کہ کھانے کے پکنے کے انتظار میں پہلے سے جا کر نہ بیٹھو بس یہ چاہئے کہ جب بلایا جائے جاؤ اور جب کھانا کھا چکو چلے آؤ اور نہ وہاں بیٹھ کر باتیں بگھارو۔ یہ دعوت میں جانے کا قانون ہے۔ غرض ہر کام کا قانون موجود ہے۔ عادات کے متعلق اور لیجئے وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ وَلَا تُسْرِفُوٓا۟ (۲) یعنی کھاؤ پیو اور فضول مت خرچ کرو۔ اس کا بھی قانون ہے اور لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُوا۟ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا۟ بِٱلْأَلْقَٰبِ (۳) یعنی نہ مردوں کی جماعت دوسرے مردوں کی جماعت سے مسخراپن کریں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے مسخراپن کریں۔ اور نہ آپس میں طعنے دو نہ کسی کو برے نام سے پکارو۔ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ ۔آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو آپ نے دیکھا یہ سارے عادات اور معاشرات ہی تو ہیں تو دیکھ لیجئے ہر چیز کا مکمل قانون موجود ہے۔ غرض کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا بولنا چالنا کھانا کمانا ہر ہر بات سے تعرض کیا ہے۔ معاملات کو لیجیے وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ (۴) یعنی آپس میں ایک دوسرے کا مال بے جا طریق پر نہ کھاؤ مطلب یہ ہے کہ حلال طریق پر حاصل کر کے کھاؤ ناجائز طریق سے کسی کا مال مت لو۔ وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰا۟ (۵) یعنی جائز کیا حق تعالی نے بیع کو اور حرام کیا سود کو۔ یہ معاملات ہی تو ہیں جن کے متعلق احکام ہیں ۔تو دیکھ لیجئے ان آیتوں میں عادات کے متعلق بھی قانون ہے معاشرات کے متعلق بھی قانون ہے معاملات کے متعلق بھی قانون ہے۔ غرض یہ ہے کہ تمام آیتیں بھری پڑی ہیں دنیوی عادات اور معاشرات وغیرہ کی تعلیم سے

(۱) سورۃ الاحزاب: ۵۳ (۲) سورۃ البقرۃ: ۲۷۵ (۳) سورۃ الحجرات: ۱۱ (۴) سورۃ البقرہ: ۱۸۸۔

سب کیلئے قانون مقرر ہے اب اسکے بعد کیا گنجائش ہے یہ کہنے کی کہ فلاں چیز سے کیا تعلق ہے شریعت کو فلاں چیز کے متعلق کوئی قانون نہیں شریعت میں اسکو ہماری رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جب یہ ہے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سب چیز کا تو قانون ہو اور شادی بیاہ کا کوئی قانون ہی نہ ہو۔

خوب سمجھ لیجئے شادی بیاہ کا بھی شریعت میں قانون ہے جسکو میں بہ تفصیل بیان کر چکا ہوں اب دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ فہم سلیم اور عمل کی ہمت اور توفیق عطا فرمائیں۔

الحمدللّٰہ الذي بعزنہ و جلالہ تتم الصالحات والصلوۃ والسلام علی رسولہ سید الکائنات واشرف المخلوقات صلوۃ تسبق الغایات ۔

بعض تحریرات ارکان تقریب جسمیں یہ وعظ ہوا

خط خانصاحب خواجہ عزیز الرحمن صاحب گورنر پونچھ کشمیر رخصتی والد نوشہ حبیب الرحمن سلمہ بنام جناب مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب دام مجدہم از لکھنو ڈور والی گلی نزد پل فرنگی محل ۱۴ جولائی سنہ ۲۳

مخدومی ومطاعی جناب حکیم صاحب زاد لطفکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں دل سے آپ کی اس تکلیف کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے براہ الطاف کریمانہ سفر کوٹا ملقب بہ فیض کا لوٹا اور وعظ نقد اللبیب فی عقد الحبیب کی ترتیب وتکمیل میں اٹھائی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمادے۔ اب یہ دونوں رسالہ جات خدا کرے جلد طبع ہو جاویں تو ان سے امید کامل ہے۔ کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اصلاح رسوم شادی میں کافی طور سے ہووے گی۔ حضرت اقدس مولانا صاحب مدظلہم العالی کا ایک ایک لفظ پر معنی ہے اور بڑے تجربہ پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ میرے لڑکے حبیب الرحمن سلمہ اللہ تعالیٰ کی شادی کے موقعہ پر وعظ نقد اللبیب ہوا تھا اسلئے میں نے اپنے ذاتی تجربہ کے بناء پر اب یہ رائے قائم کی ہے کہ حقیقۃً شادی کے موقعہ پر ہجوم احباب و

برادری مرد وعورات کا کرنا بے حد تکلیف دہ ہے اور بجائے جاہ وعزت کے ذلت و پریشانی ہوتی ہے۔ میرے یہاں شادی کے موقعہ پر کوئی رسم ایسی نہیں ہوئی جیسے اور جگہوں پر ایسی موقعہ پر ہوا کرتی ہے۔ صرف خاص خاص اہل برادری واعزہ مردوعورات کو اطلاع دی گئی تھی اسپر بھی بڑا ہجوم ہو گیا اور چار پانچ دن تک مہمانداری رہی جسمیں صرف کھانیکے انتظامات میں وہ وہ پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں کہ میرادل ہی جانتا ہے۔ میں نے تو اپنے خیال میں کوئی رسم ادانہیں کی مگر صرف دعوت ولیمہ اور اہل برادری کے جمع کرنے ہی میں مجھے تجربہ ہو گیا کہ حضرت اقدس مدظلہم العالی کا ایک ایک لفظ وعظ کا بالکل صحیح ہے اور ہرگز ہرگز کبھی اس اہتمام کیساتھ شادی نہیں ہونا چاہئے۔ جو کچھ میں نے تخمینہ شادی کے اخراجات کا کیا تھا اس سے چہار چند خرچ ہو گیا اور اکثر اعزہ کو شکایت ہی رہی کہ انکی خاطر وتواضع نہیں کی گئی۔ کھانے کیلئے ہوشیار سے ہوشیار باورچیوں کا انتظام کیا گیا لیکن اسپر بھی زردہ والا معاملہ آپ کو یاد ہوگا کہ نہ معلوم کس طرح سے اس میں مٹی کے تیل کی ناقابل برداشت بد بو ہوگئی جس کی وجہ سے عین کھانے کے وقت جسقدر ذلت وسبکی میری ہوئی ہے میرا ہی دل جانتا ہے۔ اسقدر کثیر تعداد کے چاول وگھی ومیوہ جات کا بوجہ مٹی کے تیل کی بدبو ہوجانے کے بھنگیوں وچماروں کو بٹوا دینا دل کو بڑا شاق ہوا۔ بلکہ اس سے بھنگیوں اور چماروں میں بھی بدنامی ہوئی کہ گورنر صاحب کشمیر کے لڑکے کی شادی میں ایسا زردہ پکا۔ حالانکہ حتی الامکان بڑی احتیاط ہر بات کی گئی تھی خاص خاص معتمد اعزہ کے سپرد انتظام کھانیکا تھا مگر وہ بیچارے کیا کریں جبکہ ان کے قابو سے باہر بات ہو۔ میرا تو ہزار ہا روپیہ خرچ ہو گیا اور ذلت وخواری ان کے عوض میں نصیب ہوئی۔ مجھے بڑا زعم اپنی انتظامی اہلیت پر تھا اس کا نتیجہ ذلت وخواری ہوا۔ میں نے تو اسی وقت سے عہد مصمم کرلیا کہ آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ کسی بچہ کی تقریب اسطرح سے نہ کرونگا۔ بلکہ حضرت اقدس مدظلہ العالی کے مواعظ جو اصلاح الرسوم کی بابت جس قدر ہوئے

ہیں ان کو خوب غور سے پڑھ کر ان پر عمل کروں گا۔ اور کبھی شادی کے موقعہ پر بھی اجتماع اہل برادری وغیرہ بھی نہ کرونگا اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائے کہ مجھے اسکی توفیق عنایت فرمادیں۔ میں سچے دل سے اپنی اس غلطی کا اعتراف کرتا ہوں جو اس موقعہ پر مجھ سے ہوئی۔ حالانکہ میرے بھائی عزیزم حاجی خواجہ عزیز الحسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت اصرار کیساتھ اس تقریب پر اجتماع اہل برادری سے منع کیا تھا مگر میں نے یہ سمجھا کہ کوئی رسم خلاف شرع شریف تو میں کرونگا نہیں صرف احباب کو اور خاص خاص اہل برادری کو دعوت ولیمہ دونگا۔ مگر یہ نہ معلوم تھا کہ یہ بھی وبال جان ہو جاویگا علاوہ میری اس ذلت وخواری کی منتظمین کی اکثر نمازیں وقت پر نہ ہوئیں۔ جماعت تو نصیب ہی نہ ہوئی اور بڑا قلق اسکا ہے کہ حضرت والا مدظلہم العالی کے وعظ کے وقت اکثر منتظمین شرکت نہ کرسکے ۔ پردہ کا اگرچہ بہترین انتظام کیا گیا تھا مگر میں نے خود دیکھا کہ خود میری ہی نظر اکثر غیر محرم مستورات پر پڑ گئی جس سے میں نے اندازہ کیا کہ ایسے موقعہ پر پردہ کا انتظام کما حقہ کرنا ناممکن ہے۔ بہت سے برتن بہت سے میرے کشمیری نمدے اور لوئیاں جو بڑے قیمتی تھے گم ہوگئے جن کا مجھے بڑا افسوس ہے۔ غرضکہ شادی سے فراغت پاکر جو میں نے غور کیا تو میرے گھر میں دولہن تو آئی مگر مجھے ذلت ونقصان بہت برداشت کرنا پڑا۔ کاش میں اپنے بھائی عزیز حاجی خواجہ عزیز الحسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے کہنے پر عمل کرتا تو دولہن آتی مگر یہ ذلت اور نقصان برداشت نہ کرنا پڑتا اور جو روپیہ کثیر میں نے صرف کردیا وہ بچتا تو اس سے لڑکوں کی تعلیم میں سہولت مجھے ہوتی جس کی مجھے دقت اسوقت محسوس ہو رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اس عریضہ کو پورا یا اسکا خلاصہ وعظ نقد اللبیب کا جزو کرایا جاوے تاکہ جو صاحب پڑھیں وہ میرے اس ذاتی تجربہ پر بھروسہ کرکے آئندہ ایسی رسومات دعوت وغیرہ واجتماع اہل برادری وغیرہ سے احتراز کریں اور نقصان کثیر و ذلت وخواری سے بچیں۔ ایسا ہی تلخ تجربہ میرے بھانجہ اعجاز علی

صاحب سلمہٗ ڈپٹی کلکٹر کو ہوا۔ امید ہے کہ جناب بخیر وعافیت ہونگے اور میرے لئے دعائے خیر کرتے رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ توفیق اعمال صالح عطا فرماویں اور خاتمہ بخیر کرے۔ میں ابھی تک رخصت پر ہوں ۱۲ ستمبر ۲۳ء تک میری رخصت ہے۔ بچیوں کو دعائیں۔ دعا گو خادم عزیز الرحمن عفی عنہ۔

تصدیق جناب سید اعجاز علی صاحب بی اے ایم بی ای ایم آر اے ایس ڈپٹی کلکٹر بدایوں والد نوشہ کاظم علی سلمہ تحریر بالا را

مجھے اپنے ماموں صاحب خواجہ عزیز الرحمن صاحب کی تحریر سے بالکل اتفاق ہے میں نے بھی اُسی زمانہ میں یعنی گزشتہ بڑے دن کی تعطیل میں اپنے بڑے لڑکے کاظم علی سلم اللہ تعالیٰ کی شادی کی تھی۔ میرے چھوٹے ماموں حاجی خواجہ عزیز الحسن صاحب کے مشورہ کے مطابق میرا ارادہ تھا کہ بدایوں ہی میں (یعنی جائے ملازمت پر) عقد ہو جاوے اور کسی قسم کا خاص اہتمام اجتماع وغیرہ کا نہ کیا جاوے۔ مگر میری والدہ صاحبہ کسی طرح اسپر راضی نہ ہوئی اور مجبوراً مجھے اپنے وطن قصبہ ندبئ میں ہی جا کر شادی کرنی پڑی حالانکہ میرا سارا کنبہ میرے پاس بدایوں میں تھا۔ صرف اس تقریب کے ادا کرنے کے لیے وطن معہ کل کنبہ وسامان کے محض ہفتہ عشرہ کیلئے جانا پڑا۔ گو بوجہ تشریف آوری حضرت مولانا صاحب مدظلہم خلاف شرع کوئی رسوم نہیں کی گئیں اور بہت اہتمام سے مستورات کی ہر امر میں روک ٹوک کرنی پڑی۔ تاہم بیحد تکالیف اور کثیر مصارف برداشت کرنے پڑے۔ زیادتی اسباب کی وجہ سے ایک اسٹیشن پر میں خود ریل سے رہ گیا اور دسمبر کی شدید سردی میں شب بھر بغیر بستر کے گزارنی پڑی اور ہمراہیوں کو پریشانی میرے رہ جانے سے علیحدہ ہوئی۔ یہانتک کہ ایک مخلص عزیز چلتی ہوئی ریل سے کود پڑنے کے لیے آمادہ ہو گئے ان کو بڑی مشکل سے روکا گیا۔ غرض سفر میں بوجہ کثرت ہمراہیاں وکثرت اسباب ہر موقع پر ایک مصیبت کا سامنا تھا باوجود سخت کوشش کے انتظامات تقریب

میں حسب معمول بڑی گڑ بڑ رہی اور اعزہ اور احباب سب کو بے حد تکلیف ہوئی۔ اور کسی سے اطمینان کے ساتھ ملاقات بھی نہ ہوسکی۔ اجتماع مستورات میں تجربہ سے ثابت ہوا کہ بہت بے پردگی ہوتی ہے۔ اس تقریب میں نہ صرف میرا ہی کثیر روپیہ صرف ہوا بلکہ جملہ اعزہ واہل برادری کو بھی اپنے متعلقین کو پُر تکلف کپڑے بنانے میں بے حد خرچ کرنا پڑا بعض تو یقیناً مقروض ہو گئے بے وقت کہانی اور سونے کی وجہ سے خود نوشہ کو شادی کے دوسرے ہی دن قے اور دست ہو گئے اور ایسی حالت خراب ہوگئی کہ لینے کے دینے پڑ گئے جس کی وجہ سے فوراً مجھے وطن چھوڑ کر بدایوں بغرض علاج آنا پڑا۔ گو کوئی لاکھ انکار کرے مگر حقیقت یہ ہے کہ دھوم دھام کی شادی زیادہ تر تفاخر کیلئے یا بدنامی سے بچنے کیلئے کیجاتی ہے۔ مگر میں نے تو کبھی نہیں سنا کہ شادی کے بعد کسی کی تعریف ہوئی بلکہ ہمیشہ اسکے خلاف ہی سنا۔ واقعی کسی نے بالکل سچ کہا ہے۔

نہ کردن یک عیب وکردن صد عیب (۱)

کیا ہی اچھا ہوا اگر مسلمانوں میں یہ رواج ہو جاوے کہ بجائے ہزارہا روپیہ ایسے موقعوں پر فضول صرف کرنیکے خود دولہا دلہن کیلئے کافی سرمایہ دیدیا جایا کرے تاکہ وہ ان کے کام بھی آوے۔ ایسا بیجا صرف نہ صرف شریعت کے بلکہ عقل کے بھی خلاف ہے۔ اس دفعہ کے ذاتی تجربہ کے بعد میں نے تو مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ آئندہ بچونکی شادی نہایت سادگی کیساتھ بالکل شرع شریف کے مطابق کرونگا۔ اور ہرگز خسر الدنیاوالأُخرہ کا مصداق نہ بنوں گا۔ پڑھے لکھے لوگ جتنے اس موقعہ پر موجود تھے سب پر یہی اثر تھا اور سب نے بالاتفاق یہ طے کرلیا تھا کہ آئندہ ہرگز اس قسم کی تقریبات اس طریقہ سے نہ کی جاویں۔ اس اثر کیوجہ زیادہ تر حضرت مولانا صاحب دام فیضہ کی تشریف آوری و برکت تھی۔ حضرت اقدس مولانا صاحب دام فیوضہ کے وعظ سے مسلمانوں کو بیحد فائدہ ہوگا اگر وہ اس کی پابندی کریں۔

اعجاز علی بی اے ایم بی ای ایم آر ای ایس ڈپٹی کلکٹر بدایوں ۱۵ جولائی ۲۳ء

(۱) نہ کرنے میں ایک ہی عیب ہے اور کرنے میں سو۔

تصدیق جناب سید صاحب علی صاحب انسپکٹر آبکاری سندیلہ ضلع ہردوئی تحریر را

مجھے اپنے ماموں خواجہ عزیز الرحمن صاحب قبلہ و بڑے بھائی سید اعجاز علی صاحب قبلہ کی رائے سے پورا اتفاق ہے واقعی تقریبات کے مواقع پر ایسا اجتماع کرنا کہ جس کے باعث اوقات میں فرق آئے اور جس کا انتظام بھی قابو سے باہر ہو محض تکلفات وتصنعات پر مبنی ہے اور بجز تکلیف ونقصان کے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا چونکہ میں ابھی اپنے برادر زادہ سید کاظم علی سلمہ اللہ تعالی کی شادی کی تقریب کے موقعہ پر موجود تھا اور میرے سپرد بھی کھانیکا انتظام کیا گیا تھا اسلئے مجھے بھی ذاتی تجربہ ہے کہ ایسے کثیر مجمع کی تقریب کے موقعہ پر نہ تو کھانا وقت پر ملتا ہے نہ سونا وقت پر ہوتا ہے اور نہ نماز وقت پر ہوتی ہے اور جماعت کیساتھ نماز ملنا تو بہت ہی مشکل بلکہ بسا اوقات ناممکن ہو جاتا ہے چنانچہ مجھے خود اس کا تلخ تجربہ ہوا ہے یعنی ۲۹ دسمبر ۲۲ء یوم جمعہ کو جبکہ حضرت مولانا صاحب قبلہ دام فیوضہم کا وعظ بعد نماز جمعہ ہو رہا تھا اور مجھے عین اسی وقت وعظ چھوڑ کر اپنے فرض منصبی یعنی کھانے کے انتظام کیوجہ سے وہاں سے ہٹنا پڑا جو نہایت ہی شاق گذرا لیکن محض بدنامی کے ڈر سے ایسا کرنے پر مجبور ہوا اور پھر ایسا گرفتار ہوا کہ دوبارہ مسجد نہ جا سکا اور نہ وعظ سن سکا جس کا آج تک قلق ہے لہٰذا میری رائے ناقص میں ایسا اجتماع کرنا اور اسمیں شرکت کرنا نہ صرف خلاف شریعت ہے بلکہ خلاف عقل بھی ہے اور اسی واسطے میں نے عہد کر لیا ہے کہ ان شا اللہ تعالیٰ نہ تو میں آئندہ ایسے مجمعوں میں حتی المقدور شرکت کرونگا اور نہ خود اپنے بچونکی تقریبات میں ایسے اجتماع کرونگا بلکہ نہایت ہی سادہ طور پر عقد شرعی کردونگا اللہ تعالیٰ ایسے عمل کی مجھے نیز جملہ برادران اسلام کو توفیق دے آمین۔ فقط احقر صاحب علی انسپکٹر آبکاری متعینہ سندیلہ ضلع ہردوئی المرقوم ۲۷ جولائی ومطابق ۲/ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ

تصدیق جناب سید مبارک حسین انسپکٹر آبکاری حلقہ اول ایٹہ تحریر بالارا- ۲۵ جولائی ۱۹۲۳ء

مخدومی و مکرمی جناب مولانا صاحب قبلہ۔ السلام علیکم۔ آپکا گرامی نامہ پہنچا جسمیں دیگر گرامی نامجات عالیجناب بھائی صاحب سید اعجاز علی صاحب قبلہ و جناب ماموں خواجہ عزیز الرحمن صاحب قبلہ ملفوف تھے۔ میں نے تینوں خطوط کو بغور پڑھا۔ پڑھ کر پچھلی شادیوں میں جو تکالیف برداشت کی تھیں تازہ ہوگئیں مختصراً اپنے دلی خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔ اور بزرگان مندرجہ بالا کے خیالات سے بالکل متفق ہوں۔ مجھے اپنی لڑکی کی شادی کی فکر ایک عرصہ سے تھی۔ اور جو مجھ پر فرض تھی۔ جب میں یہ سوچتا تھا کہ شادی کے وقت بہت سی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ بیشمار اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں اور طرح طرح کی بے شمار مذموم رسومات ادا کی جاتی ہیں میں پریشان ہوتا تھا۔ اور اپنی زندگی میں اس قدر سادہ فرض کو ایک بڑی مہم سمجھتا تھا۔ غرضکہ اسی طرح شش و پنج میں چندسال گزرے۔ خدا خدا کرکے میرے لیے وہ پہلا مشکل اور مبارک وقت آیا کہ تعطیل یوم کلاں دسمبر ۱۹۲۲ء میں میری لڑکی کی شادی ہونا قرار پاگئی۔ مشکل وقت بوجہ وجوہ مندرجہ بالا اور مبارک وقت اس لیے کہ میری اکلوتی بیٹی کا جو مجھے بے حد عزیز ہے عقد ہوا۔ جس وقت تعیین تاریخ کی اطلاع مجھے ملی میرے دو خیال پیدا ہوئے۔ ایک تو یہ کہ شکر ہے کہ میں اب اپنے فرض سے سبکدوش ہوں گا۔ دوسرا یہ کہ خدائے پاک میری آبرو رکھ لے۔ آبروریزی کا اندیشہ اس وجہ سے اور بھی زیادہ تھا کہ بھائی صاحب قبلہ جدید رشتہ سے میرے سمدھی ایک ڈپٹی کلکٹر تھے۔ چنانچہ یہ اندیشہ صحیح نکلا۔ کیونکہ اگرچہ بھائی صاحب قبلہ روشن خیال ہیں لیکن دیگر پرانے خیال کے اعزا اور بزرگوں نے اس امر کا اظہار کیا کہ تمہارا ''مقابلہ'' ایک بہت بڑے آدمی سے ہوا ہے وہ صاحب جاہ۔ ذی حشمت، صاحب وقار اور ایک اعلیٰ حاکم ہیں۔ (خدائے پاک ان کی روز افزوں ترقی فرمادے) ان سب باتوں کا خیال رکھتے ہوئے مجھے شادی کی تیاریاں کرنی

چاہئیں۔ میں بے حد مایوس ہوا اور پریشان تھا خدایا میری آبرو رکھنا۔ قصہ مختصر یہ کہ ان خیالات سے میں مجبور ہو گیا اور اپنی مقدرت سے زیادہ تیاریوں میں دو ہفتے پیشتر سے مشغول ہو گیا۔ اس دوران میں مجھے متعدد سفر ریلوے کرنا پڑے۔ شب وروز پریشان رہا۔ تاریخ معینہ پر عالی جناب مولانا اشرف علی صاحب قبلہ مدظلہ نے میری لڑکی کا عقد پڑھایا عقد کے دوسرے دن میرا عزیز بھتیجا اور جدید رشتہ سے میرا قابل فخر داماد عزیزی سید کاظم علی سلمہ سخت بیمار ہو گیا جس کا حوالہ عالی جناب بھائی صاحب قبلہ مدظلہ نے اپنے گرامی نامہ میں فرمایا ہے۔ صاحب ممدوح اپنے ہونہار، سعادتمند تعلیم یافتہ بیٹے کو اس طرح سخت علیل دیکھ کر پریشان تھے اور بے حد اضطراب تھا۔ میں اپنے عزیز داماد کو دیکھ کر بدحواس تھا۔ ایک نوشہ کا یکایک بستر علالت پر دیکھنا ایک ایسا دردناک واقعہ ہے جو میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ خدائے پاک اس کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے۔ بھائی صاحب قبلہ کو موسم سرما کے شدید ترین وقت میں شب کو ریل چھوٹ جانے سے اسٹیشن پر بوجہ نہ ہونے حفاظتی سامان پوشش کی جو تکلیف ہوئی قابل بیان نہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میری عزیز لڑکی خوش نصیب ہے کہ اس کو ایک لائق شوہر ملا۔ خدائے پاک میرے ان دونوں بچوں کو زندگی دے۔ مجھے یہ فخر اس وقت بھی حاصل ہو سکتا تھا کہ میری لڑکی کا عقد قطعی شرعی ہوتا اور دیگر مذموم مراسم سے میرا ہوتا۔ اور بلاوجہ زیر باری سے بچ جاتا۔ مجھے اس خرچ کا قطعی قلق نہیں ہے بلکہ خوشی ہے جو میں نے لڑکی پر جہیز وغیرہ میں کیا۔ البتہ مجھے ملال ہے دعوت اور دیگر بہت سی ایسی مدوں کا جن کا تفصیل وار لکھنا محال ہے اور ان پر مجھے خرچ کرنا پڑا اور مجھے اس سے تکلیف ہوئی۔ مجھے دیگر مقامات میں متعدد مرتبہ مسلمانوں کی شادیوں میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے ہاں مقابلۃً بہت سی لغو رسوم معدوم ہیں۔ ایک موقعہ پر ایک لاکھ کا مہر باندھا گیا تھا۔ اور یہ صاحب محرر چنگی تھے۔ غرضکہ میں پہلے ہی خلاف تھا اور یہ شادی میرے لیے کافی سبق آموز ہوئی۔ آپ کی کوشش سے اور مولانا صاحب کی برکت سے پچھلی شادیوں میں بہت سی اصلاحیں ہوئیں۔ میں اب آئندہ اپنی اولاد کا عقد

شرعی کروں گا۔ اور میں نے طے کرلیا ہے کہ میں آئندہ ایسی تقریبات میں ہرگز شرکت نہ کروں گا جہاں فضول خرچیاں ہوں اور جاہلانہ رسوم ادا کی جاویں۔ میں آپ کا اور عالی جناب مولانا صاحب قبلہ کا بے حد ممنون ہوں کہ اپنے یہ کار نیک اپنے ذمہ لیا ہے۔ اس پر اگر کاربند ہوئے تو جملہ مسلمانان نہ صرف گناہوں ہی سے بچیں گے بلکہ بربادی اور زیرباری سے نجات پاجاویں گے۔ خدائے پاک مسلمانوں پر رحم فرماوے۔ اور آپ دونوں صاحبان کی کوششیں بارآور ہوں۔

آپ کا مبارک حسن انسپکٹر آبکاری حلقہ اول ایٹہ

مختصر کیفیت وعظ ہذا وقوعاً وغرضاً واثراً(۱)

یہ وعظ (نقد اللبیب) بتاریخ ۶ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ بروز منگل بعد ظہر ہوا یہ تمام سفر کوٹا کا گویا موضوع اصلی تھا اس کی طرف تمام مہمانان اور میزبانان اور زائرین سب کے کان لگے ہوئے تھے یہ وعظ پولیس لین کے میدان میں ہوا جہاں مہمانان کا قیام تھا یہ جگہ شہر کوٹا سے دومیل کے قریب فاصلہ پر ہے اہل شہر کو بھی اطلاع ہوگئی تھی۔ چونکہ حضرت والا کا دور و داسن جگھ پہلے ہی مرتبہ تھا اور شہر کے لوگ حضرت سے بالکل ناآشنا تھے اس وجہ سے مجمع اہل شہر کا کچھ زیادہ نہ ہوا اور ان میں سے بعض کے تیوروں سے ظاہر ہوتا تھا کہ چنداں اشتیاق سے نہیں آئے اس مجمع کے خیالات معلوم کرنے کو یا محض دیکھا دیکھ چلے آئے ہیں بلکہ بعضوں کے چہروں سے رنگ مخالفت بھی ظاہر تھا۔ آئے تو اس طرح تھے مگر وعظ کے ختم پر سب کی بلامبالغہ یہ حالت ہوئی کہ

ہم کو تو کہتے تھے اب تم ہی کلیجہ تھام لو اور بقول حضرت مجذوب سلمہ

ہم کو تو کہتے تھے اب تم ہی کلیجہ تھام لو
تیری نظر کا تیر بھی جس پر پڑا بچا نہیں
ہنسنے کا تیرے ہمنشیں مانتا میں برا نہیں
ہوش ربا کے سامنے ہائے ابھی پڑا نہیں

(۱) اور مفصل کیفیت سفرنامہ کوٹہ میں درج ہے ۱۲۔

یہ حالت تھی کہ کسی کی سیر نہ ہوتی تھی ۔وعظ کے شروع ہونے کے وقت انکے چہروں پر اجنبیت کے آثار تھے اور ختم پر انہوں نے جو شہر میں وعظ ہونے کیلئے اصرار کیا اس سے عقیدت اور خلوص اور تڑپ کے آثار نمایاں تھے حضرت والا کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے اور خوشامد کرتے تھے مگر حضرت والا بعض شرائط نہ پورے ہونے کی وجہ سے عذر فرماتے تھے وعظ کا ضبط کرنا احقر محمد مصطفٰے اور خواجہ عزیز الحسن صاحب کے سپرد ہوا تھا اتنے میں معلوم ہوا کہ ایک صاحب مرزا انور بیگ نامی منجانب ریاست کوٹا مختصر نویسی کا باقاعدہ امتحان پاس کر کے آئے ہیں اور فی منٹ ۱۵۰ لفظ لکھ سکتے ہیں وہ بھی لکھنے بیٹھ گئے اور انہوں نے بہت شوق سے لکھا ہم لوگوں کو جسقدر اسکی خوشی تھی بیان سے باہر ہے جس اہتمام سے یہ وعظ لکھا گیا آج تک کوئی وعظ نہیں لکھا گیا اور الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ جیسا وعظ ہوا ویسی ہی اس کی تحریر بھی ہوئی امید تو یہ کی گئی تھی کہ یہ وعظ بالکل لفظ بلفظ ہوگا تقریر وتحریر میں ایک لفظ کا بھی فرق نہ ہوگا اور اسی کی کوشش کی گئی لیکن اس میں پورے کامیاب ہونے میں کس قدر موانع پیش آگئے وہ یہ کہ بعض الفاظ کا شارٹ اردو میں ہے ہی نہیں مثلاً تتبع کا لفظ کہ مختصر نویس صاحب سے اپنا لکھا ہوا پڑھا ہی نہیں گیا۔ دوسرے یہ کہ مختصر نویس صاحب کے مواجہ میں کل کی تبییض نہ ہوسکی کیونکہ بہت جلد وہاں سے کوچ ہوگیا اور وہ خود بلا امداد ہم دونوں کے مسودوں کو صاف نہ کرسکے کیونکہ بہت سے عربی لفظ ایسے تھے جو ان کی سمجھ میں نہ آئے تاہم یہ ضرور ہوا کہ ایک ثلث بطن غالب لفظ بلفظ صاف ہوا کیونکہ حضرت کا ایما ہوا کہ علیحدہ ایک خیمہ میں ہم تینوں بیٹھیں اور فوراً صاف کرنا شروع کر دیں اور کسی کام کیلئے سوائے ضروریات اور نماز کے وہاں سے نہ نکلیں چنانچہ ایسا ہی ہوا مختصر نویس صاحب کا اندازہ یہ تھا کہ اسطرح اہتمام سے لکھنے سے کل تک پورے وعظ کی تبییض ہوجاوے گی لیکن یہ خیال ہی خیال نکلا اور تیسرے دن تک بھی صرف ایک تھائی کی تبییض ہو پائی کیونکہ ایک ایک لفظ کو اسوقت تحریر کیا جاتا تھا جبکہ تینوں تحریروں کو غور سے ملا لیا جاتا تھا۔ تیسرے

دن کوٹا سے ندبئ علاقہ بھرت پور کو کوچ ہو گیا نہ ہم لوگ کوٹا میں رہ سکتے تھے اور نہ مختصر نویس صاحب ہمارے ساتھ ندبئ جا سکتے تھے۔ ندبئ میں اسی کو غنیمت سمجھا گیا کہ احقر اور خواجہ عزیز الحسن صاحب دونوں ملکر تبییض کریں تین دن تک وہاں بھی اسی طرح ہوا کہ سوائے وعظ کی تبییض کے کچھ کام نہ تھا لیکن باوجود اس اہتمام کے ان تین دنوں میں بھی ایک تہائی سے زیادہ صاف نہ ہوسکا۔ اب ندبئی سے بھی کوچ ہونے لگا اور احقر میں اور خواجہ صاحب میں بھی افتراق ہوا تو حضرت والا کی رائے یہ ہوئی کہ دونوں مسودے احقر کے ساتھ جاویں اور احضر دونوں مسودوں کی مدد سے صاف کرے بعد ازاں اس صاف شدہ کو مع دونوں مسودوں کے خوابہ صاحب کے پاس بھیج دے وہ اس پر نظر ثانی فرمالیں اس کے بعد میں حسب معمول سب کو دیکھ لونگا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حاصل یہ کہ وعظ ایک ثلث کے قریب تینوں کا تبوں کے مواجہ میں لکھا گیا اور ایک تھائی کے قریب دو کا تبوں نے ملکر لکھا اور ایک ثلث احقر نے دونوں مسودوں کی مدد سے لکھا۔ ظاہر ہے کہ جو بات تبییض میں تینوں کے مل کر لکھنے سے پیدا ہوئی تھی وہ دو کے مل کر لکھنے سے نہیں ہوئی اور جو بات دو کے مل کر لکھنے سے ہوئی تھی وہ فقط احقر کے لکھنے سے پیدا نہیں ہوئی لیکن یہ بھی ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اس میری تحریر میں بھی کل الفاظ حسب منشا محفوظ نہ سہی اکثر الفاظ ضرور محفوظ ہو گئے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بعض ہی الفاظ میں فرق رہ گیا ہوگا کیونکہ دونوں مسودوں کو سامنے رکھ کر ایک ایک لفظ پر غور کر کر کے لکھا گیا اور جو کچھ اسمیں کمی رہی وہ خواجہ صاحب کی نظر ثانی سے پوری ہوگئی اور حضرت واعظ صاحب مدظلہ کے نظر اصلاحی سے سب پر رجسٹری ہوگئی۔ غرض میز بانان کوٹا کی نیک نیتی اور خلوص کی برکت ہے کہ یہ وعظ دیگر تمام مواعظ سے اس بات میں ممتاز ہے کہ ایک تہائی سے کچھ زیادہ روایت باللفظ شاید کچھ ہی الفاظ بدلے گئے ہونگے اور باقی ماندہ میں سے نصف جو شرکت احقر اور خواجہ صاحب کے لکھا گیا اس کی نسبت بھی کہا جا سکتا ہے کہ قریب قریب روایت باللفظ کے ہے کیونکہ خواجہ صاحب کو اسکا زیادہ اہتمام

رہتا ہے کہ حتی الامکان الفاظ نہ بدلیں لیکن بلا مختصر نویسی کے اس میں حسب منشا کامیابی محال ہے تاہم دونوں مسودوں کو ملا کر صاف کرنے سے بہت کم تغیر رہ گیا ہوگا اور کوئی مضمون تو چھوٹا یا بڑا ہرگز ترک نہیں ہوا۔ رہا باقی ماندہ ایک ثلث جو صرف احقر نے دونوں مسودوں کو سامنے رکھ کر لکھا ہے اس میں بھی حتی الامکان یہی کوشش کی گئی کہ الفاظ محفوظ رہیں تاہم اجتماعی اور انفرادی تحریر میں فرق ہونا ضرور ہے لیکن اس فرق کو خواجہ صاحب کی نظر ثانی نے نکال دیا کیونکہ خواجہ صاحب نے بہت زیادہ غور اور اہتمام دونوں مسودوں کو سامنے رکھ کر بندہ کی تحریر کو درست کیا ہے اور اسی وجہ سے اس میں زیادہ عرصہ لگا غرض یہ ثلث اخیر بھی ثلث دوم کے حکم میں سمجھنا چاہئے۔ یہ اہتمام اس سے پہلے کسی وعظ کی تبییض میں نہ ہوا۔اس وعظ کے اثر کا بیان سنئے۔

وعظ کا خلاصہ

کہ مضمون وعظ کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے کسی فعل میں خود مختار نہیں ہے اور یہ خیال غلط ہے کہ شریعت نے رسوم کے متعلق آزادی دی ہے یا یہ کہ ان باتوں سے شریعت کو کیا تعلق۔ یہ مضمون اس خوبی اور متانت اور تہذیب سے بیان ہوا کہ قلب بے ساختہ شہادت دیتا تھا کہ اس سے بہتر اس مضمون پر کوئی تقریر نہیں کر سکتا حتی کہ انسپکٹر جنرل صاحب جو مذہبا ہندو تھے کہنے لگے کہ ہم نے تو خلاصہ اسکا یہ سمجھا ہے کہ مولانا صاحب نے ریفارم اسکیم کو مذہب کے پیرایہ میں ثابت کیا ہے اور یہ سب سے بہتر اور موثر طریقہ ہے۔ اور ان لوگوں کے دلوں پر بھی حضرت واعظ صاحب مدظلہ کی تقریر کا سکہ جم گیا جو شہر کوٹا سے اجنبیانہ آئے تھے اور مجمع کے وہ اشخاص بھی جو رسوم کے ممانعت میں طرح طرح کے اشکال کیا کرتے تھے مقر تھے کہ اب کوئی اشکال نہیں رہا حتی کہ خواجہ عزیز الرحمن صاحب بار بار ان کو چھیڑتے کہ اب بولو اگر کوئی اشکال باقی ہو تو حضرت کے پاس چلو اور وہ خاموش رہ جاتے۔ اس وعظ نے موافق و مخالف سب کو ایک خیال بنالیا مجمع کی جو کیفیت بیان کے وقت تھی وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی تھی جو لوگ صرف تماشائی بن کر آئے تھے بعد وعظکے سب

نے بالاتفاق اصرار کیا کہ شہر میں بھی وعظ ضرور ہونا چاہیے اور جب ان کو معلوم ہوا کہ شہر میں وعظ نہیں ہوگا تو ان کے چہروں پر ایسی حسرت و یاس برستی تھی جیسے ان کے کوئی قیمتی چیز فوت ہوگئی ہے۔ قاضی صاحب اور تمام شہر والوں نے بار بار عرض کیا کہ شہر میں ہی وعظ ضرور ہونا چاہئے فرمایا میں نے کچھ شرائط پیش کی تھیں لیکن ان کے متعلق مجھے اطمینان نہیں ہوا اسواسطے میں معذور ہوں زندگی باقی ہے تو پھر کبھی سہی۔ پھر بھی اصرار کیا گیا تو فرمایا یوں کیجیے کہ آئندہ کسی موقعہ پر حکام کے ذریعہ سے اختلاف وغیرہ کے انسداد کا انتظام کرا کے بلا لیجیے میں حاضر ہوں۔ اور یہ بھی کہے دیتا ہوں کہ مجھ سے حق گوئی ترک نہیں ہوسکتی میری عادت چھیڑ چھاڑ کی تو ہے نہیں جیسا کہ آپ نے اس وعظ کو سنکر اندازہ کر لیا ہوگا اپنے وعظ میں میں نے اختلافی مسائل تک سے کہیں تعرض نہیں کیا لیکن اگر کوئی بات زبان پر آجائے تو روکتا بھی نہیں ہوں۔ اس شرط کو بھی ملحوظ رکھیے اور بلا لیجیے بشرط موقعہ وفرصت انکار نہ کروں گا اسوقت ان لوگوں کی حسرت و یاس دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی تھی۔

یہ وعظ اس قابل ہے کہ جب کہیں شادی بیاہ میں رسوم کے متعلق بیان کی ضروت ہو اس کو سنا دیا جاوے۔ حضرات میزبانان میں سے کئی صاحبوں سے عہد کیا کہ ہم آئندہ جب کوئی تقریب کرینگے تو بالکل موافق شرع شریف اور حضرت کے فرمودہ کے مطابق کرینگے چنانچہ کئی صاحبوں کی تحریریں وعظ کے آخیر میں درج ہیں۔

تمہید ختم ہوئی۔ ناظرین اس وعظ کو بار بار مطالعہ کریں۔ اور دعا کریں کہ حق تعالیٰ حضرت واعظ صاحب کو بایں فیوض وبرکات دائم وقائم رکھیں اور حضرات میزبانان کوٹہ کو اور کاتبین وعظ کو اور جس کو اس سے تعلق ہو اپنی محبت اور توفیق خیر اور سعادت دارین نصیب فرمادیں۔ آمین

تمت

أخبار الجامعة

محمد منیب صدیقی: ادارۃ أشرف التحقیق۔ جامعہ دارالعلوم الاسلامیۃ لاہور

❁ 23 جنوری: جامعہ ہٰذا سے تعلیم مکمل کر کے سندِ فراغت حاصل کرنے والے فضلاء کرام کا ایک روزہ تربیتی اجتماع ہوا پہلی نشست محفل قراءۃ میں قاری محمد آصف، قاری عمیر قوی، قاری اکمل الحسن، قاری محمد صالح کشمیری، قاری احسان اللہ فاروقی نے تلاوت کی اور قاری عمران نقشبندی نے حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب نوراللہ مرقدہ کا خوبصورت کلام پیش کیا۔

❁ دوسری نشست کے آغاز میں نائب مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ ہٰذا مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب نے استقبالیہ کلمات واجتماع کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اساتذہ کرام میں سے مدرسین حفظ کے لیے مولانا قاری عبدالغفور صاحب۔ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف علی فاروقی صاحب حلال فوڈ کے موضوع پر۔ مدرسین کتب وتجوید کے لیے مولانا منظور احمد صاحب۔ ائمہ وخطباء مساجد کے لیے مفتی محمد اکرم صاحب۔ مدرسین عصری علوم کے لیے حافظ قاری راشد علی صاحب۔ آن لائن تعلیم دینے والے مدرسین کے لیے ڈاکٹر قاری رشید احمد تھانوی صاحب نے راہنمائی فرمائی۔ اس نشست کے اختتام پر مہتمم جامعہ ہٰذا مولانا ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی صاحب نے اپنے اپنے شعبہ جات میں مزید ترقی اور بہترین نتائج دینے پر توجہ دلائی۔ ایک بجے جامعہ کی طرف سے مہمانوں کو ظہرانہ پیش کیا گیا۔

❁ نشست بعد ظہر: قاری فصیح الدین کی تلاوت اور قاری نعیم الرحمن قصوری کے نعتیہ کلام سے آغاز ہوا پھر مہمان فضلاء کرام نے عملی زندگی میں نتائج وثمرات اپنے تاثرات میں بیان کیے جن میں مفتی محمد صاحب (نائب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور)۔ مولانا عثمان آفاق صاحب (نائب مہتمم بیت النور لاہور) مولانا اویس نیازی صاحب (مہتمم بیت النور لاہور) مولانا عتیق الرحمٰن صاحب (خطیب ڈیفنس لاہور)۔ مولانا ارشد خالد صاحب (جامعہ اصحاب الصفہ جوہر ٹاؤن لاہور)۔ مولانا قاری علی جان صاحب، مفتی محمد اکرم صاحب (استاذ جامعہ ہٰذا) شامل ہیں۔

❁ بعد نماز عصر: فضلاء کرام کو جامعہ کی طرف سے ''خطباتِ عارف'' اور اعزازی سند برائے شرکت بدست حضرت مہتمم صاحب وحضرت نائب مہتمم صاحب پیش کی گئیں اور حضرت ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی صاحب کی تلاوت ودعاء سے یہ پروقار اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

مختلف تقریبات میں حضرت مہتمم صاحب زید مجدہٗ کی شرکت

❁ 30 جنوری: ادارہ معارف القرآن وجامعہ اسلامیہ راولپنڈی مسابقۂ حفظ القرآن الکریم میں ججمنٹ کے فرائض انجام دیئے۔

❁ 2 فروری: تبلیغ القرآن فاضلیہ کالونی لاہور تلاوت بخاری شریف کا آخری سبق پڑھایا۔

❁ 4 فروری: جامعہ امہات المؤمنین (بنات) چوبرجی لاہور۔

❁ 5فروری: جامعہ خیر المدارس ملتان کی تقریب تکمیل بخاری شریف۔

❁ 7فروری: ملتان وفاق المدارس العربیہ کے اجلاس برائے امتحانی کمیٹی میں شرکت۔

❁ 8فروری: میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء جامعہ ہٰذا سے اصلاحی خطاب۔

❁ 9فروری: مدرسہ بیت النور پی آئی اے سوسائٹی تکمیل بخاری شریف میں تلاوت و بیان۔

❁ 10فروری: جامعہ تحسین القرآن ایبٹ آباد میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے تعارف و اہمیت علم تجوید و قراءات اور مولانا ڈاکٹر قاری رشید احمد تھانوی صاحب نے تعارف علم الرسم اور رسم عثمانی پر علماء ہند کی علمی کاوشیں کے موضوعات پر تفصیلی مقالے پیش فرمائے۔

❁ 12فروری: جامعہ ہٰذا سے ناظرہ وحفظ القرآن و تکمیل بخاری شریف کرنے والے طلباء کرام کے اعزاز میں تقریب ہوئی جس میں ڈاکٹر قاری رشید احمد تھانوی نے حفاظ کرام کو آخری سبق پڑھایا پھر مولانا منظور احمد صاحب ،مولانا نذیر احمد صاحب، مولانا عبدالرحمن صاحب، مولانا مفتی مبشر احمد نظامی صاحب ،مولانا ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی صاحب (نائب مہتمم جامعہ ہٰذا) نے احادیث کی کتب صحاحِ ستہ کا آخری سبق مکمل فرمایا اور جامعہ کے ناظرہ وحفظ وتجوید وقراءات ودرسِ نظامی وعصری تعلیم ،سوفیصد حاضری، مواعظ حضرت حکیم الامتؒ وصلوٰۃ کمیٹی میں پوزیشن ہولڈرز کو انعامات سے نوازا گیا۔ اختتامِ تقریب حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے اختتامی کلمات ارشاد فرمائے۔ اور حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہ العالیہ مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور وصدر مجلس شوریٰ جامعہ ہٰذا کے دعائیہ کلمات سے تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

❁ 13فروری: منظور کالونی تقریب تکمیل بخاری اور مدرسہ صدیقیہ ومدرسہ معہد الشیخ کراچی کی تقریبات میں شرکت فرمائی۔

❁ 14فروری: قسم القراءات وتخصص فی القراءات میں تحقیقی کام کا جائزہ لیا اور صدر وفاق المدارس حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ سے خصوصی ملاقات۔

❁ 15فروری: مدرسہ ابی بن کعب کاہنہ کا سنگ بنیاد رکھا اور بیت النور لاہور کے مسابقہ حفظ کی ججمنٹ کے بعد عالمی محفل قراءۃ میں تلاوت ومشائخ مصر قراء کرام سے ملاقات۔

❁ 16فروری: عامہ ثالثہ (تکمیل جزری) کے بعد اپنے محسن ساتھی اور جامعہ کے شعبہ قراءات کے ممتحن شیخ القراء حضرت قاری محمد ادریس العاصم فاضل مدینہ یونیورسٹی کے لیے دعا مغفرت وتعزیتی کلمات ارشاد فرمائے۔اور بعد عصر مینار پاکستان نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔

❁ 17فروری: مسابقہ حفظ مردان میں ججمنٹ کے فرائض انجام دیئے۔

❁ 18فروری: جامعہ عثمانیہ پشاور جمعہ پڑھا کر قسم القراءات کے طلباء کا جائزہ لیا۔